

# إنسان اور کائنات کی تخلیق و ارتقاء

حینہ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منهج القرآن پبلیکیشنز



# إنسان اور کائنات کی تخلیق و ارتقاء قرآن اور جدید سائنسی تحقیقات کا تقابل مطالعہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد ہبھر قادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

365-اے، ماؤن ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 5169111-3

یوسف مارکیٹ، غزنی شریٹ، اردو بازار، لاہور، فون: 7237695

[www.Minhaj.org](http://www.Minhaj.org) - [www.Minhaj.biz](http://www.Minhaj.biz)

## جملہ حقوق بحق تحریک منہاج القرآن محفوظ ہے

نام کتاب	: انسان اور کائنات کی تخلیق و ارتقاء
تصنیف	: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
پروف ریڈنگ	: حافظ محمد بنیامین
زیر اہتمام	: فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ <a href="http://www.Research.com.pk">www.Research.com.pk</a>
مطبع	: منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اشاعت نمبر ۱	: جنوری ۱۹۹۱ء
اشاعت نمبر ۲	: مئی ۱۹۹۲ء
اشاعت نمبر ۳	: جولائی ۱۹۹۷ء تا فروری ۲۰۰۴ء
اشاعت نمبر ۸	: ستمبر ۲۰۰۵ء
اشاعت نمبر ۹	: نومبر ۲۰۱۰ء
اشاعت نمبر ۱۰	: اپریل ۲۰۱۳ء
تعداد	: ۱,۲۰۰
قیمت	: ۱۲۰/- روپے

ISBN 969-32-0034-9

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و یکھر ز کے کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدی ان کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریک منہاج القرآن کے لیے وقف ہے۔

fmri@research.com.pk



مَوْلَانَ صَلَّى وَسَلَّمَ دَائِمًا أَبَدًا  
عَلَى حَيْدِيكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ  
مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْمُقْلَيْنِ  
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عُرُبٍ وَمِنْ عَجَمٍ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ الْأَقْرَبُ اسْتَغْفِرُ لَهُ بَارِزٌ وَسَلِيمٌ

کورنٹ آف پنجاب کے نو ڈیگریشن نمبر ایس او (پی - ۱۱ - ۲) ۸۰/۱-۳ پی آئی وی مورخہ  
۳۱ جولائی ۸۳، گورنمنٹ آف بلوچستان کی چیخی نمبر ۷۸-۲۰-۳ ای جزل دايم  
۹۷۰/۳-۷۳ مورخہ ۴۶ دسمبر ۱۹۸۷ء، شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حکومت کی چیخی  
نمبر ۱۱-۲۳۳۱-۱۶۷ این - ۱/۱۔ ڈی (لاہوری) مورخہ ۱۳۰ اگست ۱۹۸۲ء اور آزاد حکومت  
ریاست جموں و کشمیر مظفر آباد کی چیخی نمبر س ت / انتظامیہ / ۶۳-۲۳ ۹۲/۸۰۶۱ مورخہ ۲  
جن ۹۲ء کے تحت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب ان صوبوں میں  
تمام کالجوں اور سکولوں کی لاہوریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

## فہرست

نمبر تمار	عنوانات	صفحہ
۱	حصہ اول: تخلیق انسان	۱۳
	حیات عالم میں نظام ربو بیت کے مظاہرے	۱۵
	امر تخلیق اور اصول ارتقاء	۱۵
۲	نظام ربو بیت اور انسانی زندگی کا کیمیائی ارتقاء	۱۷
	۱۔ راب	۱۸
	۲۔ ماء	۱۹
	۳۔ طین	۱۹
	۴۔ طین لازب	۲۰
	۵۔ سلطال من حما مسنوں	۲۰
	۶۔ سلطال کالغخار	۲۳
	۷۔ سلکه من طین	۲۳
	تخلیق آدم علیہ السلام اور تشكیل بشریت	۲۵
	بشریت محمدی ﷺ کی جو ہری حالت	۲۶
	جو ہر بشریت محمدی اور اس مصنفوں ﷺ	۲۹
۳	نظام ربو بیت اور انسانی زندگی کا حیاتیاتی ارتقاء	۳۱
	۱۔ نظام ربو بیت اور رحم مادر میں خلیاتی تقسیم کا سلسلہ	۳۱
	۲۔ نطفہ امشاج سے کیا مراد ہے؟	۳۳
	۳۔ خلیاتی تقسیم کا نظام اور انسانی زندگی کا ارتقاء	۳۵
	۴۔ نفس واحدہ کیسے وجود میں آتا ہے	۳۶
	۵۔ انذے کا رحم مادر میں منتقل ہونا	۳۶
	۶۔ علقہ کا وجود میں آنا	۳۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۳۸	نظامِ ربویت اور رحم مادر میں انسانی وجود کی تشكیل و ارتقاء بچے کا بطن مادر میں تین پردوں میں تشكیل پانا	۱
۳۷	ربویت الیہ اور انسانی تکوین میں حسن نظم	
۳۸	انسانی تکوین و جود کے چار مرحلے	
۵۲	دُورانِ حمل نظامِ ربویت کے مظاہر	
۵۲	انسان کا شعوری ارتقاء اور نظامِ ربویت	
۵۳	انسانی زندگی اور اقسامِ ہدایت	۲
۵۳	۱۔ ہدایتِ فطری	
۵۵	۲۔ ہدایتِ سی	
۵۶	۳۔ ہدایتِ عقلی	
۵۷	۴۔ ہدایتِ قلبی	
۵۷	۵۔ ہدایتِ ربانی	
۶۰	انسانی زندگی اور مختلف ذرائع علم	۳
۶۱	۱۔ حواسِ خمسہ ظاہری	۴
۶۱	۲۔ قوتِ لامہ	
۶۱	۳۔ قوتِ باصرہ	
۶۱	۴۔ قوتِ سامنہ	
۶۱	۵۔ قوتِ ذائقہ	
۶۱	۶۔ قوتِ شامہ	
۶۲	حسوسِ ایک دوسرے کا بدل نہیں بن سکتے	
۶۲	حسوسِ ظاہری کا دائرہ محدود ہے	
۶۲	ایک اظیف تمثیل	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۶۳	انسانی جسم میں عقل کا کردار	
۶۴	انسانی دو اس کی بے بی	
۶۵	۲۔ حواس خمسہ باطنی	۷
۶۵	حس مشترک	
۶۵	حس خیال	
۶۵	حس وابہمہ	
۶۵	حس حافظہ	
۶۵	حس متصرفہ	
۶۸	۳۔ انسانی قلب کے لطائف	۸
۷۰	انسانی بے بی اور علم نبوت کا فقدان	
۷۲	حصہ دو مم : تخلیق کائنات	۹
۷۵	قرآن کے سائنسی مطالعے کی حکمت	
۷۷	نظم ربو بیت اور کائنات کا طبعی ارتقاء	
۷۷	تخلیق کائنات کے چھ ادوار	
۷۸	تخلیق کائنات اور آئندہ قرآنی اصول	
۸۰	چھ ایام سے کیا مراد ہے؟	
۸۲	تصور تخلیق کے عناصر اربعہ	۱۰
۸۲	۱۔ تخلیق کائنات کا آغاز ایک تخلیقی وحدت سے ہوا (قرآن اور جدید سائنس)	
۸۶	توسعی خلق کائنات اور قرآن	
۸۷	کانتار تقہ لفظنہما	

صفحہ	عنوانات	نمبر شار
۸۷	اصول تخلیق، خلقی وحدت کی تقسیم اور نور محمدی ملکہ	
۹۰	قرآنی صداقت کی ایک اور ایمان افراد ز تائید	
۹۰	ساننسی تحقیق اور ثبوت قیامت	
۹۱	Beginning with a Bang	۱۱
۹۲	Beyond the ultimate black holes	۱۲
۹۳	مذکورہ ساننسی حقائق قرآن و حدیث کی روشنی میں	
۹۸	۲۔ ابتدائے تخلیق میں دخانی حالت کا پایا جانا	
۹۸	آسمان کی حقیقت	
۱۰۲	ساننسی تخلیق سماوی کے باب میں بھی قرآن کی تصدیق کرتی ہے	
۱۰۳	۳۔ زمینی زندگی کا آغاز پانی سے ہونا	
۱۰۵	۴۔ چھ ادوار تخلیق کے دو تدریجی مرحلے	
۱۰۸	مرحلہ ما بعد ظہور حیات	
۱۰۹	یوم الثالث، یوم الرابع، یوم الخامس، یوم السادس	
۱۱۰	یوم السادس کے انسان کی شان امتیاز	
۱۱۲	ایک ساننسی مغالطہ کا ازالہ	
۱۱۳	ربوبیت خود ایک نظام بھی ہے اور آئینہ، اور وحدت بھی	
۱۱۴	۱۔ نظام رربوبیت ایک با قاعدہ نظام ہے	
۱۱۶	۲۔ نظام رربوبیت اصول وحدت پر دلالت کرتا ہے	
۱۱۸	نظام رربوبیت اور قرآن کی دعوت فکر	
۱۲۰	نظام کائنات ربوبیت ایسے پر دلیل ناطق ہے	

## سر آغاز

کائنات کی ہر شے میں نظام حرکت و تغیر کا فرما ہے جس کے تحت ہر چیز ارتقائی سخن لئے کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے۔ کار و ان وجود میں نہ صراحتاً اور انہماد ہرگز نہیں بلکہ یہ لختہ بہ لختہ تازہ شان کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ انسانی علوم و افکار بھی اس قدر اتنی نظام کے زیر اثر پیغم تغیر پذیر رہے ہیں۔ اس دونوں اصول کو سامنے رکھ لر دیکھا جائے تو اس امر کی خود بخود تصدیق ہو جاتی ہے کہ قرآن حکیم اور احادیث نبوی ﷺ کو ہر دور میں اس علوم و افکار کی یلغار کا مقابلہ کرنا پڑا۔ قرآنی علوم کی عظمت و شوکت برقرار رکھتے اور اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ چونکہ خود رب کائنات نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے اس لئے اس ذات حکیم و علیم نے ہر دور میں حاملین دین میں سے ایسی نابغہ روزگار شخصیات پیدا کیں جنہوں نے اس چیلنج کو اپنا مدد ہی، دینی اور ملی نزدیک سمجھتے ہوئے قبول کیا۔ ہر دور میں نامور مسلمان علماء و مفکرین نے راجح الوقت ملی، فکری رفتائات کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن و سنت پر جنی تعلیمات کی مطلوبہ اشیعات پیش کیں۔ یہ حقیقت ایک طرف قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کی عظمت، ان کی تعلیمات میں وسعت و ہمہ گیریت کا منہ بوتا ثبوت ہے اور دوسری طرف ان شارحین کی ناقابل فراموش دینی خدمات پر مرتدیق ہے جنہوں نے مختلف النوع عصری چیلنجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے قرآن و حدیث سے ہر نئی تحقیق کا ثبوت فراہم کیا اور یوں انہوں نے ہر دور کے صاحبان علم و فکر کو دین میں کے دامن سے وابستہ رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے اپنی خدادا صلاحیتوں اور کاوشوں کے مل بوتے پر یہ واضح کیا کہ ہر دور میں انسانی علم اپنی ترقی کی مسراج کو پا کر بھی علوم نبوت کی دہلیز پر سرتسلیم خم ہے۔

آج کا دور سائنسی ترقی کا دور ہے۔ جدید سائنسی حوالے سے دین کی خدمت و اشاعت کی بسقدر ضرورت آج ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ ان جدید سائنسی

لومم کی ترقی ہمارے لئے ایسا چیلنج ہے جس کا مقابلہ عصر حاضر کا اہم ترین دینی تقاضا ہے۔ اس کی دو بنیادی وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ہماری جدید تعلیم یافتہ نسل نت نے معلوم و اذکار کی پکا چوند سے ذہنی و فکری طور پر احساس کتری کاشکار ہو کر دین اسلام سے کریزاں ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ غیر مسلم مفکریں نے اس دور رس خطرناک منصوبے پر برسوں سر جوڑ کر سوچا اور کامیاب عملی کوششیں کیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام کو ہم بجا طور پر دین فطرت تسلیم کرتے ہیں اور خالق کائنات نے بار بار یہ باور کرایا ہے کہ حالمین قرآن کے ذمے تفسیر کائنات کا فریضہ ہے جبکہ موجودہ صور تھان میں تو ترقی یافتہ اقوام کے ساتھ شانہ بثانہ چلنامشکل نظر آتا ہے کجا ان پر غلبہ و تفسیر! اس کا عاج صرف اور صرف عسکری اور اقتصادی میدان میں ترقی ہے جو کیتا سائنسی علوم میں مہارت کے ساتھ وابستہ ہے۔

اس چیلنج کا مقابلہ ان جدید سائنسی تحقیقات اور علوم و فنون کی تردید سے ہرگز ممکن نہیں۔ اس کا اثر نہ صرف علمی و فکری اعتبار سے واضح ہو چکا ہے بلکہ اس کی سیاسی و اقتصادی اہمیت اس قدر مسلم ہو چکی ہے کہ ہم بحیثیت قوم اس حیرت انگیز ترقی سے صرف نظر کر کے اقوام عالم کے ساتھ ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔ اس وقت تبلیغ دین کے سلسلے میں جتنی جماعتیں، فورم اور تسمیات سرگرم عمل ہیں ان کے لئے جو چیز سب سے اہم اور اسلامی فلک کی اشاعت کے خدم میں سب سے بڑی حکمت کھلا سکتی ہے وہ دین کی عصری علوم کے شانہ بثانہ ایسی توضیحات و تشریحات ہیں جن سے اسلامی تعلیمات کی ان علوم کے ساتھ نہ صرف موافقت بلکہ فوتیت متحقق ہو۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اس دور کی متفقیناًت کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن و سنت کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانیں اور یہ ثابت کریں کہ اگر سائنسی علوم نے اتنی ترقی کر لی ہے تو اسلام اس ترقی کے منانی ہرگز نہیں بلکہ قرآن و حدیث نبوی ﷺ (جو اسلامی تعلیمات کے بنیادی سرچشمے ہیں) میں بیان کردہ حقائق کے سامنے جلد سائنسی تحقیقات اپنی تمام تر رفتاروں کے باوجود بیچ ہیں۔ ہمیں دلائل دبراہیں کے ساتھ جدید علوم و فنون سے تعلق رکھنے

بالے غیر مسلم (Scholars) پر پورے اعتقاد سے واضح کرنا چاہئے کہ قرآن علم کا  
میکار موجودہ علمی ترقی سے بھی بہت بلند ہے کیونکہ ابھی تو اس کے نزول کے بعد  
انسانیت نے صرف چودہ سو سال کا مختصر زمانی سفر طے کیا ہے جبکہ اس کائنات کا سفر خدا  
جانے کتنے لاکھوں سال بعد قیامت پر فتح ہو گا اور قیامت تک یہ قافلہ نہ جانے کتنے  
ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا اس منزل کو پاسکے گا جس کے متعلق قرآن نے آج سے  
چودہ صدیاں پہلے ہمارے آقا و مولا نبی اکرم ﷺ کی زبان اندس کے ذریعے شاندہی  
فرمادی ہے حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات کے بے شمار حقائق ابھی غیر معروف ہیں ان  
تک سائنسی علوم کی رسائی تاحال نہیں ہو سکی اور بقول اقبال

یہ کائنات ابھی تمام ہے شاید

کہ آرٹی ہے دم دم صدائے کن فیکون

ان تقاضوں کے پیش نظر مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے عالی  
اسلامی تحریک، تحریک منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے نسل نو کے ذہنی رجحان اور  
اس رجحان میں کار فرما مغرب پسندی کا رخ تبدیل کرنے کے لیے مثبت اور کامیاب  
ترین کوششیں کی ہیں جس کی تصدیق ہر ذی شعور اور حقیقت پسند شخص کرتا ہے۔ یہ  
کتاب "انسان اور کائنات کی تخلیق و ارتقاء" آپ کی شاندار خدمات میں سے ایک  
ہے۔ قرآن اور جدید سائنسی تحقیقات کے قابلی جائزے پر مشتمل یہ مختصر مگر اپنی نوعیت  
کی منفرد کتاب ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں انسان یعنی عالم اصغر کی  
تخلیق کا مرحلہ وارد کر ہے اور دوسرا حصہ کائنات یعنی عالم اکبر کے تخلیق و ارتقاء کے ذکر  
پر مشتمل ہے۔ "اسلام اور سائنس" کے موضوع پر کامیاب گئی جملہ کتب میں اس کا  
نامیاں مقام تو اس کے تفصیلی اور بغور مطالعے کے بعد ہی متعین ہو گا لیکن ہم اتنا ضرور  
کہ سلتے ہیں کہ یہ تحریر بیک وقت ہمارے علماء، سائنسدانوں، مفکرین و متعلیمین کے لئے  
راہنمائی فراہم کرے گی۔

علیٰ اکبر الازھری



حصہ اول

# تخلیق انسان



## دُنیا میں نظامِ ربوبیت کے مظاہر

رب العالمین کے الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ کائنات جملہ عالم اور مظاہر دُنیا کی تخلیق و تکمیل کے مسلسل نظامِ ارتقاء سے گزر رہی ہے کونکہ رب برب اور ربوبیت و ربوبیت کا معنی ارتقائی تدریجی اور مرحلہ وار پروگریش کے مفہوم پر ہی دلالت کرتا ہے۔ باری تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق اور فعل کی تکمیل کے بیان کے لئے اپنی صفتِ ربوبیت کو منتخب فرمایا ہے۔ جس سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ قرآن تصورِ ربوبیت کی صورت میں اپنا نظریہ ارتقاء دے رہا ہے جس کا ثبوت ہمیں انفس و آنکھ کے دونوں عالموں میں واضح طور پر میر آتا ہے اور رب العالمین کے الفاظ کے ذریعے اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ کائنات ہمیں جس شکل میں آج نظر آ رہی ہے یہ اس کی وہ اصل ابتدائی شکل نہیں جس میں اسے اولاً تخلیق کیا گیا تھا بلکہ یہ تخلیقی ارتقاء کے مختلف مراحل اور مدارج طے کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہے۔

## امر تخلیق اور اصول ارتقاء

قرآن مجید رب العالمین کی شان تخلیق کو دو الفاظ امر اور خلق کے ذریعے واضح کرتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

الْأَلَّهُ الْعَلَقُ وَالْأَمْرُ  
خبردار ای کے لئے ہے خلق بھی اور امر  
بھی

(الاعراف، ۷: ۵۳)

اس حوالے سے امر، ابداع (عدم سے وجود میں لانا) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور خلق کا ایک استعمال ابداع کے مقابلے میں ابعاد الشیشی من الشیشی (ایک شے سے دوسری شے وجود میں لانا) کے معنی میں ہوتا ہے۔ اس معنوی جست کی بنا پر تخلیق کے دو مرحلے ہیں جو ربوبیت الیہ کے نیفان سے تکملہ ہوتے ہیں۔ امر پہلا مرحلہ ہے اور خلق دوسرا۔ خلق کی تعریف انگریزی زبان میں یوں کی جا سکتی ہے۔

**Khalq is to create a new object from the existing constituents. Which means appearance of an object in its manifest form.**

امروں کا ان الفاظ میں واضح کیا جاسکتا ہے۔

Amr is a process of becoming, prior to the stage of Khalq which means coming of an object in its original existence

امروں خلق کے مراحل میں جو ارادہ ربو بیت اور الوہی فلسفہ کا فرمہ ہوتا ہے

اسے مشیت (Mashiyat) کہتے ہیں۔ ارشاد قرآنی ہے۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ  
فَيَكُونُ (سین، ۸۲:۳۶) (وجود میں لانا) چاہے تو اس سے فرماتا  
ہے ہو جا، تو ہو جاتی ہے۔

اس شے کا ہو جانا کیا ہے، یہ بھی ایک عمل ارتقاء ہے جو فوری طور پر وجود  
میں آ جاتا ہے تو چ کن ارادہ حق یا مشیت ربیانی سے اس شے کو جس کا وجود پسلے فقط  
درجہ علم میں ہوتا ہے دو صفات عطا کر دی جاتی ہیں۔

#### ۱۔ منظوریت (Objectivity)

#### ۲۔ استرار (Persistence/Existence)

جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شے وجود علمی سے وجود خارجی میں منتقل ہو جاتی  
ہے۔ اب دیکھے جانے کے قابل ہو جاتی ہے اور برقرار رہ سکتی ہے۔ یہ عالم غیر نامی  
(inorganic World) کا آغاز ہوتا ہے۔ جہادات وغیرہ کا تعلق اسی عالم سے ہے  
بعد ازاں اسے امر کن کے نیضان مسلسل سے صفت نمو (Organism) عطا کر دی  
جاتی ہے اور عالم نامی (Organic World) وجود میں آ جاتا ہے۔ نباتات کا تعلق  
اس عالم سے ہے پھر اس عالم سے امر کن کے ذریعے سے ہی شعور  
کا اضافہ کیا جاتا ہے تو عالم حیوانات (Animal World) کا  
نکوہر عمل میں آتا ہے۔ پھر ہر عالم کے اندر ایک جدا گانہ نظام ارتقاء ہے جس سے سلسلہ  
تحلیق کو وسعت ملتی چلی جاتی ہے۔ یہ سب مادی کائنات کا سلسلہ تخلیق ہے جسے عرف عام  
میں عالم خلق سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی طرح غیر مادی یا فوق الطبيعی کائنات بھی ہے

نے عرفِ عام میں عالم امر سے تعبیر کرتے ہیں، اس کا بھی ایک مسلمہ تخلیق ہے جو جداگانہ نظام ارتقاء پر مبنی ہے، یہ انوار دار و ارحام کا عالم ہے اس کے ارتقائی اور توسعی مسئلے پر کچھ روشنی اس حدیثِ نبوی ﷺ سے پڑتی ہے جس میں حضرت جابر بن عبد اللہ حضور ﷺ سے دریافت کرتے ہیں۔

باقی انت و امی اخیرنی عن اول یا رسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر  
شیئی خلقِ اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء فدا ہوں مجھے خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے  
قال ہاجابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل پسلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔  
الاشیاء نور نبیک من نوره آپ نے فرمایا، اے جابر! اللہ تعالیٰ نے  
تمام اشیاء سے پسلے تیرے نبی کا نور اپنے  
نور کے نیض سے پیدا کیا) (المواہب الدنیہ، ۱: ۹)  
(اذرقانی علی المواہب الدنیہ، ۳۶۰: ۱)  
(السیرۃ الحلبیہ، ۳۰: ۱)

اس حدیث سے بھی اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ تخلیق موجودات کے سارے نظام میں شانِ ربوبیت کی کار فرمائی نے ارتقاء اور تدریج پیدا کر دیا ہے سو ہر چیزِ خواہ اس کا تعلق کسی بھی عالم سے ایک ارتقائی نظام کے تحت وجود میں آئی۔ یہی رب العالمین کا مفہوم ہے۔

### نظامِ ربوبیت اور انسانی زندگی کا کیمیائی ارتقاء

جس طرح عالم آفاق کے جلوے اجمالاً عالمِ انس میں کار فرمائیں اسی طرح نظامِ ربوبیت کے آفاقی مظاہر پوری آب و تاب کے ساتھ حیات انسانی کے اندر جلوہ فراہیں۔ انسان کے احسن تقویم کی شان کے ساتھ منصرہ خلق پر جلوہ گر ہونے سے پسلے اس کی زندگی ایک ارتقائی دور سے گزری ہے۔ یہی اس کے کیمیائی ارتقاء کا دوبارہ (Chemical Evolution) کا مطالعہ بجائے خود ایک دلچسپ اور نہایت اہم موضوع ہے۔ یہ حقائق آج صدیوں کے بعد سائنسی کو معلوم ہو رہے ہیں جبکہ قرآن انہیں چودہ سو سال پہلے بیان کر چکا ہے۔ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی زندگی کا کیمیائی ارتقاء کم و بیش

سات مرطبوں سے گزر کر تکمیل پذیر ہو اجود رج ذیل ہیں۔

۱- تراب (Inorganic Matter)

۲- ماء (Water)

۳- طین (Clay)

۴- طین لازب (Adsorbable or Adsorptive Clay)

۵- سلصال من تماء مسنون

(Old. Physically and Chemically Altered Mud)

۶- صلصال کالفعخار (Dried and Highly Purified Clay)

۷- سلالہ من طین (Extract of Purified Clay)

قرآن مجید نہ کورہ بالا سات مرطبوں کا ذکر مختلف مقامات پر یوں کرتا ہے۔

۱- تراب (Inorganic Matter)

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ  
وَتِنْبَهْ بِهِ جَسْ نَتَمِسْ مِنْيٰ نِعْرَبِي  
(المومن، ۳۰: ۶۷)

اس آیت کرنے میں آگے حیاتیاتی ارتقاء کے بعض مراحل کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً نہ من نطفۃ نہ من علقة نہ بخراج حکم طفلاً لیکن قابل توجہ پہلو یہ بھی ہے کہ انسانی زندگی کے ان ارتقائی مرطبوں کا ذکر باری تعالیٰ نے اپنی صفت رب العالمین کے بیان سے شروع کیا ہے اس سے پہلی آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

وَأَبْرُزَ أَنْ أُمْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ  
گردن جنکاؤں جو سارے عوالم اور ان  
کے مظاہر حیات کو درجہ بدرجہ مرط  
وار کیاں تک پہنچانے والا ہے۔

یہاں اپنی شان رب العالمین کا ذکر کر کے ساتھ ہی دلیل کے طور پر انسانی زندگی کا ارتقاء کر دیا گیا ہے جس سے واضح طور پر یہ سبق ملتا ہے کہ قرآن باری تعالیٰ کے رب العالمین ہونے کو انسانی زندگی کے نظام ارتقاء کے ذریعے سمجھنے کی دعوت دے

رباہے کہ اے نسل بنی آدم! ذر اپنی زندگی کے ارتقاء کے مختلف ادوار و مراحل پر غور کرو کہ تم کس طرح مرحلہ دار اپنی تکمیل کی طرف لے جائے گے۔ کس طرح تمیں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کیا گیا اور کس طرح تم بالآخر احسن تقویم کی منزل کو پہنچے۔ کیا یہ سب کچھ رب العالمین کی پرورش کا منظر نہیں ہے جس نے تمیں بجائے خود ایک عالم بنادیا ہے۔

### ۲-ساء (Water)

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ بَيْنَ الْمَاءِ وَشَرْأَا  
اور وہی ہے جس نے آدمی کی تخلیق پانی سے کی۔  
(الفرقان، ۲۵: ۵۳)

آیت کریمہ میں بھی تخلیق انسانی کے مرطے کے ذکر کے بعد باری تعالیٰ کی شان ربوہیت کا بیان ہے۔

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا  
اور تمہارا رب تدرست والا ہے۔  
(الفرقان، ۲۵: ۵۳)

کویا یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ تخلیق انسانی کا یہ سلسلہ باری تعالیٰ کے نظام ربوہیت کا منظر ہے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا  
اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی کے ذریعے تخلیق کیا۔ کیا وہ (بھر بھی) ایمان نہیں لاتے؟  
(الانبیاء، ۲۱: ۳۰)

یہ آیت کریمہ حیات انسانی یا حیات ارضی کے ارتقائی مراحل پر تحقیق کرنے والے سائنس انوں کے لئے دعوت فکر بھی ہے اور دعوت ایمانی بھی۔

### ۳-طین (Clay)

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ  
وہی ہے جس نے تمیں گارے سے بنایا۔  
(الانعام، ۶: ۱۲)

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ مترجمین قرآن نے بالعوم رَاب وَ طِين دُونُس کا معنی مٹی کیا ہے۔ جس سے ایک مغالطہ پیدا ہو سکتا ہے کہ آیا یہ دو الگ مرحلے ہیں یا ایک ہی مرحلے کے دو مختلف نام۔ اس لئے ہم نے دونوں کے امتیاز کو برقرار رکھنے کے لئے طین کا معنی گارا کیا ہے۔ رَاب اصل میں خشک مٹی کو کہتے ہیں بلکہ امام راغب فرماتے ہیں۔ التراب، الارض نفسها (تراب سے مراد فی نفس زمین ہے) بجکہ طین اس مٹی کو کہتے ہیں جو پانی کے ساتھ گوند ہی گئی ہو جیسا کہ ذکور ہے۔

الطین، التراب و الماء المختلط  
مٹی اور پانی باہم ملے ہوئے ہوں تو اسے  
(المفردات) طین کہتے ہیں۔

اسی طرح کہا گیا ہے۔

الطین: التراب الذي يجعل بالماء  
المسبدا  
کہتے ہیں)

اس لحاظ سے یہ ترتیب واضح ہو جاتی ہے۔ مٹی ..... پانی ..... گارا

### طین لازب (Adsorbable or Adsorptive Clay)

إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ  
(السافات، ۳۷: ۳)

طین لازب، طین کی اگلی شکل ہے جب گارے کا گاڑھا پن زیادہ ہو جاتا ہے تو کہا گیا ہے۔

إِذَا زَالَ عَنْهُ (الطين) قُوَّةُ الماءِ فَهُوَ طِينٌ لازِبٌ  
جب گارے سے پانی کی سیلانیت زائل ہو جائے تو اسے طین لازب کہتے ہیں۔  
یہ وہ حالت ہے جب گارا قدرے سخت ہو کر پکنے لگتا ہے۔

### ۵۔ صلصال من حمأ مسنون

(Old, Physically and Chemically Altered Mud)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْأَنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاسَتُونَ (الْجُرْ، ۱۵: ۲۶) اور پیشک ہم نے انسان کو بھتی ہوئی مٹی سے بنایا جو اصل میں ایک سیاہ پودا رگرا تھی۔

**صلصال:** اس آیت کریدہ سے پتہ چلتا ہے کہ تخلیق انسانی کے کیمیائی ارتقاء میں یہ مرحلہ طین لازب کے بعد آتا ہے۔ یہاں سلسلہ (بھتی مٹی) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کی اصل صلل ہے اس کا معنی ہے۔

تَرَدَّدُ الصَّوْتِ مِنْ الشَّهْنِ الْيَابِسِ فَثَكَّلَ كَيْزِيرَ سَعِيدَ اَهُونَةً وَالْآوازُ كَاتِرَدُو  
سَمِّيَ الطِّينَ الْجَافَ صَلْصَالًا . . . . . لَئِنْ كَهْلَنَانَا . . . اَسِي لَئِنْ فَثَكَّلَ مَثْنَى كَوْ سَلْصَالَ  
كَهْتَنَ مِنْ كَيْوَنَكَ يَهْ بَحْتَنَ اَوْرَ آوازَ دِيَتِي  
(المفردات)

ہے۔

کہاں یا ہے:

**الصلصال:** الطِّينَ الْيَابِسُ الَّذِي يَصْلُلُ "صلصال" سے مراد وہ خشک مٹی ہے من بسہ ای بصوت (المنجد) جو اپنی خشکی کی وجہ سے بھتی ہے یعنی آواز دیتی ہے۔

"صلصال" کی حالت گارے کے خشک ہونے کے بعد تھی ممکن ہے پہلے نہیں۔ کیونکہ عام خشک مٹی، نہ تراب کہا گیا ہے۔ اپنے اندر بختی اور آواز دینے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ لفظ صلصال اس اعتبار سے تراب سے مختلف مرحلے کی اشاندی کر رہا ہے۔ لذا صلصال کا مرحلہ طین لازب یعنی پسکنے والے گارے کے بعد آیا۔ جب طین لازب (پسکنے والا کارا) وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خشک ہو تو اسی تو اس خشکی سے اس میں بختی اور آواز دینے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ یہ تو طبعی تبدیلی (Physical Change) میں صاف ظاہر ہے تھی سکر اس کے علاوہ اس پر وقت گزرنے کے مرحلے (Process) میں صاف ظاہر ہے کیمیائی تبدیلی ناگزیر تھی جس میں اس مٹی کے کیمیائی خواص میں بھی تغیر آیا ہو گا۔ ان دونوں چیزوں کی تصدیق اس آیت کے اگلے الفاظ سے ہو جاتی ہے۔

"حمی" ترات اور خار کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ پنچھے کھولنے اور جلنے وغیرہ مذکور ہے۔ مذکور ہے۔ ارشادات ربانی ملاحظہ ہوں۔

تَعْصِيَ نَارًا حَابِيَةً (الغاشية، ۸۸:۳) جائیں گے بھر کتی آگ میں۔  
بَوْمَ بُخْسِي عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ  
جِئْنَمَ (التوبہ، ۹:۳۵) جس دن وہ جنم کی آگ میں پایا جائے  
گا۔

لَا يَدُوْقُونَ فِيهَا بَوْدًا وَلَا شَرَابًا إِلَّا  
حَمِيمًا (النباء، ۲۸:۲۲-۲۵) اس میں نہ تو کسی طرح کی سختی کا مزہ  
پائیں گے اور نہ کچھ پینے کو سوائے  
کھولتے پانی کے۔

اغرض "حما" میں اس سیاہ گارے کا ذکر ہے جس کی سیاہی، تپش اور حراثت کے باعث  
وجوہ میں آئی ہو گویا یہ لفظ جلنے اور سڑنے کے مرحلے کی نشانی کر رہا ہے۔

"مسون" اس سے مراد متغیر اور بدبودار ہے۔ یہ سن سے مشتق ہے جس کے معنی  
ساف کرنے پکانے اور صیقل کرنے کے بھی ہیں مگر یہاں اس سے مراد متغیر ہو جانا ہے۔  
جس کے نتیجے میں کسی شے میں بودیدا ہو جاتی ہے۔ یہ احماء (جانے اور سازنے) کا  
اہم نتیجہ ہے جس کا ذکر اوپر ہو پکا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

فَانظُرْ إِلَى طَعَابِكَ وَشَرَابِكَ نَمْ  
يَسْتَعْنَهُ (البقرہ، ۲:۲۵۹) پس اپنے کھانے اور شرب کی طرف  
دیکھو اطویل زمانہ گزر جانے کے باوجود  
متغیر اور بودار نہیں ہوا یعنی تازہ رہا۔

جب گارے "طین لازب" پر طویل زمانہ گزرنا اور اس نے جلنے سڑنے کے  
مرحلے ہو رکنے تو اس کا رنگ بھی متغیر ہو کر سیاہ ہو گیا اور جلنے کے اثر سے اس میں بو  
بھی پیدا ہو گئی۔ اسی کیفیت کا ذکر صلصال من حماء مسون میں گیا جا رہا ہے۔

کسی شے کے جلنے سے بدبو کیوں پیدا ہوتی ہے اس کا جواب برا واضح ہے کہ  
جلنے کے مل سے کثافیں سرتی ہیں اور بدبو کو ختم دیتی ہیں جو کہ مستغل نہیں ہوتی۔ اس  
وقت تک رہتی ہے جب تک کثافتوں کے سڑنے کا عمل یا اس کا اثر باقی رہتا ہے اور  
جب ثابت ڈھنم ہو جاتی ہے تو بدبو بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا گیا۔

صَلَصَالٌ بِنْ حَمَاءَ مَسْنُونَ  
(ابن حجر، ۱۵:۲۶) اس بجتی مٹی سے تخلیق کیا، جس کی  
اصل سیاہ بدبودار گارا تھا۔

کو یا لفظ صلصال واضح کر رہا ہے کہ اس مرحلے تک پہنچتے پہنچتے مٹی کی سیاہی اور بدبو

وغیرہ سب نتیم ہو چکی تھی اور اس کی کثافت بھی کافی حد تک معدوم ہو چکی تھی۔

### صلصال کالفخار (Dried and Highly pured Clay)

اس مرحلے کی نسبت ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

**خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَارٍ** اس نے انسان کو خیکری جیسی خشک پکی ہوئی منی سے پیدا کیا۔  
(الرمان، ۱۶: ۵۵)

جب تپانے اور جلانے کا عمل تکمیل ہوتا ہے تو گارا پک کر خشک ہو جاتا ہے اس کیفیت کو کالفخار سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس تشبیہ میں دو اشارے ہیں۔

۱۔ خیکرے کی طرح پک کر خشک ہو جانا۔

ب۔ کثافتوں سے پاک ہو کر نمایت لطف اور عمدہ حالت میں آ جانا۔

لفظ فخار کا مادہ فخر ہے جس کے معنی مبارکات اور اطمینان فضیلت کے ہیں یہ فاخر

سے مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت فخر کرنے والا۔ فخار عام طور پر گھرے کو بھی کہتے ہیں اور مترجمین و مفسرین نے بالعموم یہاں یہی معنی مراد لئے ہیں خیکری اور گھریا چونکہ اچھی طرح پک پکا ہوتا ہے اور خوب بجتا اور آوازیں دیتا ہے گویا اپنی آواز اور گونج سے اپنے پکنے خشک اور پختہ ہونے کو ظاہر کرتا ہے اس لئے اسے فخر کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ بھی اپنی فضیلت اور شرف کو ظاہر کرتی ہے۔

بعبر عن كل نفيس بالفاخر يقال ہر نفیس اور عمدہ چیز کو فاخر کہتے ہیں۔

نوب فاخرة وناقد فخور اس لئے نوب فاخر نفیس کپڑے کو اور ناقد فخور عمدہ اور منی کو کہا جاتا ہے۔  
(المفردات)

اور فخار اسی سے مبالغہ ہے جو کثرت نفاست اور نمایت عمدگی پر دلالت کرتا ہے۔  
صاحب المحيط بیان کرتے ہیں:

الفاخر اسم فاعل والجهد من كل "الفاخر" اسم فاعل ہے اور ہر شے کا  
شمی (صحیط المحيط) عمدہ (حصہ) ہے۔

فخار میں عمدگی اور نفاست میں مزید اضافہ مراد ہے۔ اس معنی کی رو سے اطمینان شرف کی بجائے اصل شرف کی طرف اشارہ ہے۔ دونوں معانی میں ہرگز کوئی

تناقض اور تعارض نہیں بلکہ ان میں شاندار مطابقت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے باری تعالیٰ تخلیق انسانی کے سلسلہ ارتقاء کے ضمن میں اس مرحلے پر یہ واضح فرماتا ہے ہیں کہ وہ مشی اور گارا جو بشریت کی اصل تھا۔ اس قدر تپایا اور جایا گیا کہ وہ خشک ہو کر پکتا بھی گیا اور ساتھ ہی ساتھ مشی، پانی اور کثافتوں سے پاک صاف ہو کر نفاست اور عمدگی کی حالت کو بھی پا گئی۔ یہاں تک کہ جب وہ صلصال كالفعخار کے مرحلے تک پہنچی تو خیکرے کی طرح خشک ہو چکی تھی اور کثافتوں سے پاک ہو کر نیات اطیف اور عمدہ مادے کی حالت اختیار کر چکی تھی۔ گویا اب ایسا پاک، صاف، نفیس، عمدہ اور اطیف مادہ تیار ہو چکا ہے کہ اسے اشرف الخلوقات کی بشریت کا خیر بنایا جاسکے۔ انسان اور جن کی تخلیق میں یہی فرق ہے کہ جن کی خلقت ہی آگ سے ہوئی مگر انسان کی خلقت میں صلصال کی پاکیزگی طبارت اور لٹاافت کے حصول کے لئے آگ کو محض استعمال کیا گیا۔ اسے خلقت انسانی کا مادہ نہیں بنایا گیا جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔

وَخَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَارِ  
وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ سَارِجٍ مِنْ نَارٍ  
(الرَّهْمَان، ۵۵-۱۳)

اسی طرح ارشاد فرمایا گیا:  
 وَالْجَانَ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلٍ مِنْ نَارٍ اور جن کو انسان سے پہلے ہم نے بے  
 السَّمُومَ دھونیں کی آگ سے پیدا فرمایا۔  
 (الْجَرْ، ۱۵: ۲۷)  
 اس لئے خلقت انسان کے مراحل میں آگ کو ایک حد تک دھل ضرور ہے  
 مگر وہ جنات کی طرح انسان کا ماڈل تخلیق نہیں۔

(Extract of Purified Clay) سلالة من طين

ارشاد امزدی سے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْأَنْسَانَ مِنْ مُلْعَنٍ طِينٍ اور بے شک ہم نے انسان کو معنی (پنے ہوئے) گارے سے بنایا۔ (المومنون، ۲۳:۲۳)

اس میں گارے کے اس مصنی اور خالص نپوڑ کی طرف اشارہ ہے جس میں اصل جو ہر کو چین لیا جاتا ہے۔ یہاں طین لازب کے تذکیرہ و تصفیہ (Process of purification) کا بیان ہے۔ سللہ۔ سل بسل سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں نکالنا، چنانا اور میل کچیل سے اچھی طرح صاف کرنا شامل ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں کہ سللہ من طین سے مراد الصفوۃ الذی بسل من الارض ہے۔ یعنی مٹی میں سے چنانا ہوا وہ جو ہر بستے اچھی طرح میلے پن سے پاک صاف کر دیا گیا ہو۔ جس تکوار کی دھار خوب تیز کی گئی ہو اسے السیف السلسیل کہتے ہیں۔ الغرض سللہ اس وقت وجود میں آتا ہے جب کسی چیز کو اچھی طرح صاف کیا جائے۔ اس کی کثافتوں اور میلے پن کو ختم کیا جائے اور اس کے جو ہر کو مصنی اور مزکی حالت میں نکالا جائے۔ گویا سللہ کا لفظ کسی چیز کی اس اطیف ترین شکل پر دلالت کرتا ہے جو اس چیز کا نپوڑ اور جو ہر کمالی ہے۔

### تخلیق آدم علیہ السلام اور تشکیل بشریت

کرہ ارض پر تخلیق انسانی کے آغاز کے لئے خیر بشریت اپنے کیمیائی ارتقاء کے کن کن مراحل سے گزرا، اپنی صفائی اور لطافت کی آخری منزل کو پانے کے لئے کن کن تغیرات سے نبرد آزماء ہوا اور بالآخر کس طرح اس لائق ہوا کہ اس سے حضرت انسان کا بشری پیکر تخلیق کیا جائے اور اسے خلافت و نیابت الیہ کے عالی شان منصب سے سرفراز کیا جائے۔ اس کا کچھ نہ کچھ اندازہ تو نہ کورہ بالا بحث سے ضرور ہو سکتا ہے یہاں یہ امر پیش نظر ہے کہ ان ارتقائی مراحل کی جس ترتیب اور تفصیل کا ہم نے ذکر کیا ہے اسے حتیٰ نہ سمجھا جائے۔ کوئی بھی صاحب علم ان جزئیات و تفصیلات کے بیان میں اختلاف کر سکتا جو کچھ مطالعہ قرآن سے ہم پر منکشف ہوا ہم نے بلا تأمل عرض کر دیا ہے۔ البتہ اس قدر حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ آیات قرآنی میں مختلف انفاظ و اصطلاحات کے استعمال سے کیمیائی ارتقاء کے تصور کی واضح نشاندہی ہوتی ہے۔

جب ارنٹی خیر بشریت مختلف مراحل سے گزر کر پاک صاف ہو چکا اور اپنی جو ہری حالت کو پہنچاتا تو اس سے باری تعالیٰ نے پسلے انسان کی تخلیق بصورت حضرت آدم

علیہ السلام فرمائی اور فرشتوں سے ارشاد فرمایا۔ کہ میں زمین میں خلیفہ پیدا فرمانے والا ہوں جس کا پیکر بشریت اس طرح تشکیل دوں گا۔ یہ تفصیلات (البقرہ: ۳۰-۳۲) (النجر، ۱۵: ۲۶) (الاعراف، ۷: ۱۶) اور دیگر مقامات پر بیان کی گئی ہیں۔

فرشتوں کا اس خیال کو ظاہر کرنا کہ یہ پیکر بشریت زمین میں خونزیزی اور فساد انگیزی کرے گا۔ اسی طرح ابلیس کے انکار سجدہ کے جواز کے طور پر حضرت آدم علیہ السلام کی بشریت اور صلصال من حماء مسنون کا ذکر کرنا وغیرہ یہ سب امور اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ان کی نظر انسان کی بشری تشکیل کے ابتدائی اور دورانی مراحل پر تھی اور وہ یہ خیال ان اجزاءٰ ترکیبی کے خواص کے باعث کر رہے تھے جن کا استعمال کسی نہ کسی محل میں اس پیکر خاکی کی تخلیق میں ہوا تھا۔ وہ منی کی کشفت اور ہر کی حرارت جیسی اشیاء کی طرف دھیان کئے ہوئے تھے ان کی نظر منی کی اس جو ہری حالت پر نہ تھی جو مصنی اور مزکی ہو کر سراسر کندن بن چکی تھی۔ جسے باری تعالیٰ سللہ من طین سے تعبیر فرمara تھا۔ منی کی یہ جو ہری حالت (سللہ) کیساں تغیرات سے ترکیہ و تصفیہ کے ذریعے اب یقیناً اس قابل ہو چکی تھی کہ اس میں روح الیہ پھونکی جاتی اور نفس روح کے ذریعے اس کے پیکر کو فیوضات ایسے کے اخذ و قبول اور انوار و تجلیات ربانی کے انجداب کے قابل بنادیا جاتا۔ اب لئے ارشاد فرمایا گیا:

**فَإِذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوْحِنِي** پس جب میں اسے نھیک کر لوں اور اس فَقَعُوا لِلَّهِ مَسَاجِدُهُنَّ (النجر، ۱۵: ۲۹) میں اپنی طرف سے خاص روح پھونک دوں تو اس کے لئے سجدے میں گر جانا۔

چنانچہ بشریت انسانی کی اسی جو ہری حالت کو سنوارا گیا اور اسے نفس روح کے ذریعے علّمَ آدَمَ الْأَنْسَاءَ كُلُّهَا (آدم کو تمام اشیاء کے اسماء کا علم عطا فرمایا) کا مصداق بنایا گیا اور تب ہی حضرت انسان مسجد ملائکہ ہوا۔

### بشریت محمدی ﷺ کی جو ہری حالت

شیخ عبد اللہ بن الجاہرہ اپنی کتاب "بجھ النفس" میں اور امام ابن سبع شفا الصدور میں کعب الاحمار سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے بشریت محمدی

میتھیہ کو تخلیق فرمانا چاہا تو جریل امین کو ارشاد فرمایا کہ وہ دنیا کے دل اور سب سے اعلیٰ مقام کی میش لے آئے تاکہ اسے منور کیا جائے۔

فَهِبْطَ جَبْرِيلُ فِي مَلَانِكَةِ الْفَرْدَوْسِ . . . پس جبریل (علیہ السلام) مقام فردوس و ملانکہ الرفع الاعلى لقبض قبضه اور رفع اعلیٰ کے فرشتوں کے ساتھ اترے اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مزار اقدس کی جگہ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بشریت مطہرہ کے لئے مٹی حاصل کی۔ وہ سفید رنگ کی چمکدار مٹی تھی پھر اسے جنت کی روائی نبیوں کے دھلے اور اجلے پالی سے کونڈھا گیا اور اسے اسقدر صاف کیا گیا کہ وہ سفید موتی کی طرح چمکدار ہو گئی اور اس میں سے نور کی عظیم کرنیں پھوٹنے لگیں۔

الرسول اللہ ﷺ مِنْ مَوْضِعِ قَبْرِهِ  
الشَّرِيفِ وَهِيَ بِضَاءُ سَبِّيرَةِ فَعَنْتَ  
بِعَاءِ التَّقْسِيمِ فِي سَعِينِ انْهَارِ الْجَنَّةِ  
حَتَّىٰ صَارَتْ كَالدُّرَّةِ الْبَيْضَاءُ لَهَا  
شَعَاعٌ عَظِيمٌ

(شفاء الصدور)  
(بجهة النفس)

اس کے بعد ملائکہ نے اسے لے کر عرش انہی اور کری وغیرہ کا طواف کیا۔ باہم تمام مائنے اور جمیع مخلوقات عالم کو حضور میتھیہ اور آپ کی عظمت کی پہنچان ہوئی۔ حضرت ابن عباس سے اس ضمن میں اس قدر مختلف منقول ہے کہ آپ کے لئے خاک مبارک سرز میں مکہ کے مقام کعبہ سے حاصل کی گئی۔ صاحب عوارف العارف نے بھی اس کی تائید کی گئی۔ ملاحظہ ہو (المواہب اللہیہ از امام قطّلانی، ۱: ۸)

شیخ یوسف بن اسماعیل البهانی بھی جواہر العارف السید عبد اللہ میر غنی کے تہذیت ان کی کتاب "الاسله النفیہ" کے دو ایسے اس امر کی تائید کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور میتھیہ کا پیکر بشریت بھی نور کی طرف اٹھیا تھا۔ سورج کی دھوپ اور چاند کی روشنی میں بھی آپ کا سایہ نہ تھا جیسا کہ قاضی عیاض نے تصریح کی ہے۔

انہ کان لاظل لشَّخْصَهُ فِي شَمْسٍ وَّ لَهُ  
فِي لَانَدَ کان نورا (التفاء، ۱: ۵۲۲)

حضر میتھیہ کے پیکر اقدس کا سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی میں بھی سایہ نہ تھا کیونکہ وہ بھروسہ نور تھے۔

اس کی وضاحت ملاعلی قاری "شرح الشفاء" میں اس طرح کرتے ہیں کہ یہ بات درست ہے کیونکہ نور کا سایہ عدم جرمیت یعنی کثافت کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی اسی اصول کے تحت مکتوبات میں اس امر کی تصریح کرتے ہیں اور امام نسفیؒ نے "تفیر المدارک" میں یہی بات حضرت عثمانؓ سے ان الفاظ میں روایت کی ہے۔

وقال عثمان: ان الله ما اوقع ظللك على الارض لثلا بضع انسان قدسه على ذالك الظل (تفیر المدارک، ۱۳۵:۳) آجائے۔

حضرت عثمانؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ علیٰ ارشاد میں یہ تحریک ہے اللہ تعالیٰ نے پیش کیا کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا کہ کسی کسی شخص کا قدم آپ کے سایہ مبارک پر نہ آجائے۔

آپ ﷺ کی بشریت مطہرہ کے اس پاکیزہ اور نورانی جو ہر کی حالت کا اندازہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا پیلہ اندس سایہ سے پاک ہونے کے عادوں اس امر سے بھی پاک تھے کہ اس پر کبھی کمی بیٹھ جیسا کہ کتب سیر و فضائل میں سراحتا منقول ہے۔

ان الذباب كان لا يقع على جسده تكفي نه آپ کے بعد اندس پر بیٹھنی ولا نیابه (الشفاء، ۱: ۵۲۲)

حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ ان الله عصىك من وقوع الذباب بیشک اللہ تعالیٰ نے جسم پر کمی کے بیٹھنے علی جسد ک لانہ یقع على النجاست سے بھی آپ ﷺ کو پاک رکھا ہے (تفیر الشفی، ۱۳۳:۳) کیونکہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے۔

ان مقامات پر بیشک دیگر حکمتوں کی نشاندہی کی ہے مگر یہ امر تو واضح ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ کی بشریت مطہرہ کی طافت و نظافت جو اس جو ہری حالت کی آئینہ دار تھی، کا عالم کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے پیلے بشریت سے ہم وقت خوشگوار ملک آتی۔ پسند مبارک کو لوگ خوبیوں کے لئے محفوظ کرتے۔ امام بخاری

تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں۔ حضور ﷺ جس رات سے گزر جاتے لوگ فضا میں ملکی ہوئی خوبی سے پچان لیتے کہ آپ ﷺ اور تشریف لے گئے ہیں۔ اپنادست مبارک کسی کے سریا بدن سے چھو دیتے تو وہ بھی خوبی سے پہنچانا جاتا۔ الغرض ان تمام امور سے یہ حقیقت متریخ ہو جاتی ہے کہ بشریت محمدی ﷺ اپنی تخلیق کے لحاظ سے قل اعلیٰ نورانی اور روحانی لطائف سے معور تھی۔ گویا یہ تخلیق بشریت کے ارتقائی مراحل کا وہ نقطہ کمال تھا جسے آج تک کوئی نہیں چھو سکا یہ اعجاز و کمال اس شان کے راست پر افتخار بشریت مصطفوی ﷺ کو نہیں ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو مقام استغفار سے نواز گیا اور آپ کو مصطفیٰ کے نام سے سرفراز کیا گیا۔

### جو ہر بشریت محمدی ﷺ اور اسم مصطفیٰ ﷺ

لفظ مصطفیٰ کا مادہ صفو یا صفا ہے جس کے معنی ہیں خلوص الشئ من الشوب اُسی شے کا ملاوٹ سے بالکل پاک ہونا) الصفا کا معنی الحجارة الصافحة (صاف سحرہ پتھر، لیا جاتا ہے اس سے الاصفاء ہے جس کے معنی استصفاء (تناول الصفو / تناول صفو الشئ کی شے کی انتہائی صاف حالت کو حاصل کرنا) کے ہیں جیسے الاختیار کے معنی تناول غیر الشئ کے آتے ہیں۔ یہاں ایک اہم نکتہ قابل توجہ ہے۔ وہ یہ کہ لفظ مصطفیٰ یعنی منتخب اور استغفار کا معنی بھی منتخب کرنا ہے۔ لفظ میں ابتداء کے بھی یہی معنی آتے ہیں۔ اس لحاظ سے مصطفیٰ اور منتخبی کو بالعموم ہم معنی اور مترادف تصور کیا جاتا ہے مثربی الحقیقت دونوں میں نایت ہی لطیف فرق ہے جو ہم یہاں واضح کرنا چاہتے ہیں۔

اجتباء اللہ العبد: کامعنی ہے۔ تخصیص اباہ بفیض الہبی بتحصل له بلا سمعی ن العبد (کسی شخص کو اس نیفان کی بناء پر بطور خاص چن لینا جو بندے کی کوشش در اسب کے بغیر ہو) اجباء میں بندہ بغیر کب کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی نیفان

کی بنائ پر منتخب کیا جاتا ہے اس انتخاب میں بھی عطا محض اور وہب خالص کار فرمائی ہوئی ہے  
مگر یہ انتخاب بندے کی زندگی میں کسی وقت بھی ہو سکتا ہے ضروری نہیں کہ شروع  
سے ہی ہو۔

اس کے بر عکس اصطفاء میں انتخاب تخلیق کے وقت سے ہی عمل میں آ جاتا ہے۔

اصطفاء اللہ العبد: کا معنی ہے۔ ایجادہ ایاہ صافیا عن الشوب الموجد فی  
غیرہ (کسی کو وقت تخلیق ہی ہر اس قسم کی میل اور ملاوت سے پاک کر دینا جو دوسروں  
میں پائی جاتی ہے)

اصطفاء میں بھی انتخاب اور چنانہ بندے کے کسب اور کوشش کے بغیر محض وہب الہی  
کے طور پر ہوتا ہے مگر یہ بعد میں کسی وقت نہیں بلکہ تخلیق اور ایجادہ کے وقت سے ہی  
ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسے وقت تخلیق ہی ہر قسم کے میل اور کثافت سے پاک و صاف  
کر لیا جاتا ہے اور وہ پیکر جب معرض وجود میں آتا ہے تو پسلے ہی سے ہر کثافت مصافی ہر  
میل سے مزکی اور ہر عیب سے منزہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی تخلیق ہی پیکر صفا کے طور پر  
ہوتی ہے۔ اس لئے اسے مصطفیٰ کہا جاتا ہے۔ یہ اصطفاء اور انتخاب وقت ایجادہ سے ہو  
پکا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کا خیر بشریت تیار ہوا تو اسے  
پسلے ہی سے صفو (یعنی صفائی، نظافت اور اطافت) کے اس مقام بلند تک پہنچا دیا گیا تھا کہ  
حالم خلق میں اس کی کوئی نظری اور مثال نہ تھی بلکہ ملائکہ اور ارواح کو جو صفاء، اطافت،  
تذکیرہ اور انلافت اپنی نورانیت کے باعث نصیب ہوتی ہے وہ سب کچھ حضور ﷺ کے  
پیکر بشریت ہی کو ہٹا کر دیا گیا۔ یہ آپ کے مقام اصطفاء، کا بنیادی تقاضا تھا۔ بنابریں ہمارا  
اعاب، پیغمبر خون اور نصلات وغیرہ جو جسمانی کثافتوں کے باعث غلیظ، ناپاک یا بیماری کا  
باعث ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کے جسد اطہر کے لئے انہیں بھی پاک اور معطر بلکہ  
باعث شفایا دیا گیا جیسا کہ متعدد کتب حدیث و فضائل سے ثابت ہے۔ حضرت علی "سل  
بن سعد ساعدی" "سلمه" "یزید بن عبد الرحمن" "عمرو بن معاذ انصاری" "بیشیر بن عقرہ الجمنی"  
محمد بن حاطب "ابو امامہ" "دائی بن حجر" "انس بن مالک" "ہمام بن نفیل السعدی" "عبد اللہ بن

تم، عبد اللہ بن عباس، اماء بنت الی بکر، ابو موسیٰ اشعری، عبد اللہ بن زید، مالک بن شان، سعید بن منصور، عمرو بن الساب سفیہ، جابر بن عبد اللہ، حضرت برکت ام ایمن، حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہ و صحابیات سے اس باب میں اس قدر احادیث و روایات مروی ہیں کہ کوئی بھی سلیم الطبع شخص اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا۔ اس نوعیت کی احادیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن الی داد، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، طبرانی، مسند احمد بن جبل، سنن بیہقی، ابو فیض، مجمع بنوی مسند بزار، مسند رک حاکم، دارقطنی، الاصابہ، ابن الصن و دیگر متعدد کتب حدیث و سیر میں مروی ہیں جن سے اس امر کی تائید اور استشهاد ملتا ہے۔

### نظامِ ربوبیت اور انسانی زندگی کا حیاتیاتی ارتقاء

انسانی زندگی کا حیاتیاتی مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک مسلسل ارتقائی عمل ہے جس میں واضح طور پر نظامِ ربوبیت کی جلوہ آرائیاں نظر آتی ہیں۔ یہ ارتقائی مرحلے ربوبیت ایسے کے فیض سے بلن مادر کے نہایت خانوں میں اس طرح طے پاتے ہیں کہ چشم انسان کو ان کا گمان تک بھی نہیں ہو سکتا۔ سائنس صدیوں کی تحقیقی کے بعد ان ارتقائی مراحل کا کھوج لگانے میں آج کامیاب ہوئی ہے مگر یہ مراحل جس ربِ کریم کے نظامِ ربوبیت کے مظاہر ہیں وہ آج سے چودہ صدیاں قبل ہب سالہنسی شعور نے دنیا میں آنکھ بھی نہیں کھولی تھی واضح طور پر بیان فرمائچکا ہے۔ اگر حیاتیاتی ارتقاء کے ان مراحل کا جائزہ انسانی زندگی میں کارفرما نظامِ ربوبیت کے دوائل سے لیا جائے تو اس کے دو (۲) دور معلوم ہوتے ہیں ایک کا تعلق رحم مادر میں خلیاتی تقسیم (Cellular Division) اور اس کے نظام کے ساتھ ہیں اور دوسرے کا تعلق جسمانی تشكیل اور اس کے ارتقاء کے ساتھ ہے۔

### اس نظامِ ربوبیت اور رحم مادر میں خلیاتی تقسیم کا سلسلہ

انسان کے حیاتیاتی ارتقاء کا پہلا قرآنی اصول یہ ہے کہ اس کی تخلیق نفس

واحدہ سے ہوتی ہے۔ قرآن مجید اس ضابطے کو متعدد مقامات پر صراحت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا گیا:

بَلْ أَنْهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي  
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ  
(النَّاسَ، ۱: ۳)

تمہاری تخلیق ایک جان (Single Life Cell) سے کی ہے۔

دوسرے مقام پر اس کی تصریح ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ  
اور وہی ہے جس نے تمہاری حیاتیاتی نشوونما ایک جان سے کی ہے۔  
(الانعام، ۹۹: ۶)

یہی اصول سورۃ الزمر کی آیت میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ سورہ لقمان میں اس اصول کو مزید زور دار انداز میں ان الفاظ میں واضح کیا گیا ہے۔

بَلْ خَلَقْتُكُمْ وَلَا يَغْنَكُمْ إِلَّا كَنْفُسٍ  
تمہیں پیدا کرنا اور تمہیں دوبارہ انخانا  
وَاحِدَةٍ  
(لقمان، ۲۸: ۳۱)

بالکل اسی طرح ہے جیسے ایک جان سے انسانی زندگی کا آغاز کیا جانا۔

اس نفس واحدہ کو جدید اصطلاح میں "Fertilised Ovum" یا "Zygote" کہتے ہیں۔ یہی ایک سلسلہ حیات انسانی کے ارتقاء اور نشوونما کے لئے مکمل یونٹ کے طور پر کام کرتا ہے اس حقیقت کا اشارہ بھی واضح طور پر قرآن مجید میں کر دیا گیا ہے ارشادِ ربانی ہے۔

أَنَا خَلَقْتُ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ  
جیشک ہم نے انسان کو مخلوط منی  
نُبْتَلِيلٍ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا  
(Mingled Fluid) میں سے پیدا  
کیا۔ پھر ہم اسے مختلف حالتوں میں پڑھتے  
اور جانچتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسے سننے دیکھنے  
والا بنا دیتے ہیں۔

اس آیتِ کریمہ میں نظامِ ربوبیت کے اس حسنِ انتظام کا بیان ہے کہ ذاتِ حق نے اسی ایک جان کے اندر بیوادی طور پر تکمیل سننے دیکھنے اور سوچنے سمجھنے والا

انسان بخے کی تمام صلاحیتیں (Potentialities) و دیعت کر دی ہیں۔

## ۲۔ نطفہ امشاچ سے کیا مراد ہے؟

انسان کے حیاتیاتی ارتقاء کے سلسلے میں دوسری اہم چیز نطفہ امشاچ ہے جس کا اعلق Fertilization کے نظام سے ہے اس کا ذکر قرآن مجید میں کم و بیش گیارہ مقامات پر کیا گیا ہے انہی میں نطفہ امشاچ کا بیان بھی آتا ہے۔ قرآن حکیم سے

کے سلسلے میں درج ذیل تفاصیلات کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ منی یعنی (Sperm) اس کا بیان قرآن حکیم میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے۔  
 الْمَنْ يَكُونُ نُطْفَةً إِذْ نَبْيَتِي بَعْدَ كَانَ      کیا وہ ابتداء مخفی ایک منی کا قطرہ نہ تھا  
 عَلَقَةً      (القیامہ' ۴۷: ۳۸-۳۷)      جو (عورت کے رحم میں) پکا دیا گیا۔ پھر  
 وہ لو تحرا بنا۔

اس میں نطفہ منی یعنی سے مراد وہ "Spermatic Liquid" ہے جو تخلیق انسانی کا باعث بنتا ہے۔

۲۔ ساء دافق (A liquid Poured out) اس کا بیان قرآن مجید میں اس طرح ہے۔

فَلَمْ يَنْظُرِ الْإِنْسَانَ يَمِّنْ خُلْقِيْ مِنْ      پس انسان کو غور (تحقیق) کرنا چاہئے کہ  
 تَأْءِيْ دَافِقِيْ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الْصُّلْبِ      وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ قوت  
 سَيْ أَچْلَنَيْ وَالَّيْ پَانِيْ (یعنی قوی اور  
 متحرک مادہ تولید) میں سے پیدا کیا گیا  
 ہے۔ جو پینچھے اور کولے کی ہڈیوں کے  
 درمیان (بیزو کے حلقہ میں) سے گزر کر  
 باہر نکلتا ہے۔

اسی جو ہر میں انسانی تخلیق کی تمام صلاحیتیں رکھی گئی ہیں۔ اس آیت کریمہ میں حلب اور تراب دو چیزوں کا ذکر ہے تراب، تربیہ کی جمع ہے۔ عربی ادب میں سینے

کی بذی کو تربہ اور سینے کی ہڈیوں یا دائیں اور بائیں طرف کی چار چار پلیوں کو تراہب کرتے ہیں۔ اس سے مترجمین نے بالعموم اس کا ترجمہ "ماڈل کے سینوں" کیا ہے۔ مگر اور جدید کی تحقیق اور سائنسی اصطلاح کے مطابق علب کو "Sacrum" اور تراہب کم جاتا "Junction of Pelvic Bones" یا "Symphysis Pubis" ہے یہ کوئی لھے کی ہڈیوں کا جوڑ ہے۔

عصر حاضر کی انانوی نے اس امر کو ثابت کیا ہے جیسا کہ میڈیکل سائنس کی کتابیں بیان کرتی ہیں:

The Seminal Passage in the pelvic cavity lies between the anterior and posterior segments of the pelvic girdle

کہ مرد کا پانی جو سینز "Semense" پر مشتمل ہوتا ہے اسی علب اور تراہب میں سے گزر کر رحم مادر کو سیراب کرتا ہے۔ یہ اصول ساتویں صدی یوسوی میں جب Anatomy کا کوئی وجود نہ تھا قرآن مجید صراحت کے ساتھ بیان کر چکا ہے۔

بہر حال لفظ تراہب سینوں سے استعارہ ہو یا کوئی ہڈیوں کے جوڑ سے پہلی صورت میں خلیاتی تقسیم سے قبل کے مرحلے کا بیان کرتا ہے اور دوسری صورت میں سینز پر مشتمل مرد کے پانی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۳۔ ماء مهين (A Despised Liquid) اس موضوع پر قرآن مجید کا ارشاد ہے:-

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَدَ بَيْنَ مُلْلَيْتَيْنِ مَاءً شَهِينَ پھر اس کی نسل کو ایک حقیرپانی کے نطفے سے پیدا کیا جو اس کی غذاوں کا نچوڑ (السجدہ، ۸:۳۲)

ہے۔

۴۔ نطفہ امشاج (Mixtures or Mingled Liquids) اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں آیا ہے:-

إِنَّا خَلَقْنَا الْأَنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَنْشَاجٍ  
بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے  
پیدا کیا۔ (الدھر، ۲۷:)

نطفہ امشاچ کی اصطلاح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مادہ کئی رطوبات کا مرکب  
اور مجموعہ ہے اس لئے قرآن مجید نے اسے مخلوط کہا ہے اس امر کی تائید بھی عصر حاضر  
کی سائنسی تحقیق نے کر دی ہے۔

سائنسی تحقیق کے مطابق Spermatic Liquid بعض رطوبات  
(Secretions) سے بنتا ہے۔ جو درج ذیل غددوں (Glands) سے آتی ہیں۔

- |                    |                            |
|--------------------|----------------------------|
| 1- Testicles       | 2- Seminal Vesicles        |
| 3- Prostate Glands | 4- Glands of urinary Tract |

### خلیاتی تقسیم کا نظام اور انسانی زندگی کا ارتقاء

قرآنی مجید نے اس باب میں رب کائنات کے نظام ربوہیت کا تیرا اصول یہ  
بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حیاتیاتی خلے (Fertilized Ovum) کو مزید دو میں  
تقسیم فرماتا ہے، اسی طرح انسیں مزید تقسیم کیا جاتا ہے حتیٰ کہ تمام مردوں اور عورتوں  
کی تخلیق اسی خلیاتی تقسیم کے نظام کے تحت عمل میں آتی ہے دور جدید کی سائنس نے  
اس نظام تقسیم کو Mitotic Division سے تعبیر کیا ہے۔

ارشاد ایزدی ہے۔

لَا أَبِهَا النَّاسُ أَتَقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي  
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا  
جَانَ سے پیدا کرتا ہے پھر اس کا جو زا  
رُوجَّها وَبَثَّ بِتَهْمَاءِ وَجَالًا كَثِيرًا  
نکالتا ہے اور پھر ان دونوں میں کثرت  
وَنِسَاءَ (السباء، ۱:۳) کے ساتھ مردوں اور عورتوں کو نکالتا  
اور پھیلاتا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

**خَلَقْكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فُتِّمْ جَعَلَ  
سِنَهَازْ وَجَهَا** (الزمر، ۲۹:۲۹) اس رب نے تمیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اسی میں سے اس کا جوڑ نکلا۔

ان آیات کریمہ میں تمن امور واضح طور پر بیان کردیئے گئے ہیں۔

۱۔ انسانی تخلیق کا نفس واحدہ "Zygote" سے عمل میں آتا۔

۲۔ اس نفس واحدہ کا ابتداء دو میں تقسیم ہوتا۔

۳۔ پھر ان دو Cells کا مزید تقسیم ہو کر کثیر تعداد میں پھینا جتی کہ تمام مردوں اور عورتوں کی تخلیق کا بھی ذریعہ بننا۔ یہ "Mitotic Division" ہے جو علم ال}}{{جیاتیات کی رو سے درست ذیل چار مراحل میں سے گزرتی ہے۔

1- Prophase      2- Metaphase

3- Anaphase      4- Telophase

اس طرح انسان کی حیاتیاتی زندگی، عمودی (Vertically) اور افقی (Horizontally) دونوں طرح ارتقاء پذیر رہتی ہے۔

### ۴۔ نفس واحدہ کیسے وجود میں آتا ہے

یہ امر سائنسی مسلمات میں سے ہے کہ Mitosis سے پہلے بھی ایک مرحلہ ہو آتے ہے Meiosis کہتے ہیں۔ اس میں مردانہ اور زنانہ سلز (Cells) مردا اور عورت کے جسموں میں سے آتے ہیں جو "Maturation" سے پہلے باترتیب "Ovarian Cells" اور "Testicular cells" کہلاتے ہیں۔ یہاں Meiosis کے مرحلے میں سے گزرنے کے بعد Ova اور Spermatozoa کی تخلیق ہوتی ہے اور یہ Fertilization کے ذریعے اس نفس واحدہ میں بدلتے ہیں کے Zygote کہتے ہیں۔

### ۵۔ اندہے کار حرم مادہ میں منتقل ہونا

جب Sperm اور Ovum کا لامپ ہو جاتا ہے تو اندہا کار حرم (Uterus)

میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اسے (Implantation of Egg) کہتے ہیں۔

قرآن مجید اس مرحلے کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

**وَنُقْرِئُ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَّا أَجَلٌ** اور ہم جسے چاہتے ہیں ماں کے رحموں  
مُسَمَّى (الجع، ۵:۲۲) میں ایک مقررہ میعاد تک نہ رکھتے رکھتے  
ہیں۔

یہ اندہ (Egg) رحم مادر میں بڑھتا ہے اور اس کی زمین کے اندر جزوں کی  
طریقہ انبائی میں پھیل جاتا ہے اور رحم کے موٹاپے سے اپنی خواراک حاصل کرتا ہے۔

## ۶۔ علقدہ کا وجود میں آنا

چنانچہ یہ نطفہ اس شکل میں رحم کے ساتھ معلق ہو جاتا اور جنم جاتا ہے اس  
کے متعلق ہونے کی اس کیفیت کو قرآن نے پانچ مختلف مقامات پر معلقہ کے نام سے تعبیر کیا  
ہے۔ ارشادربالی ہے:

**إِفْرَاءِ يَاسِمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ هَذَيْهَا** اپنے رب کے نام سے پڑھیئے جس نے  
**الْأَنْسَانَ مِنْ عَلِقٍ** (العلق، ۱:۹۶-۲) پیدا کیا جس نے انسان کو اس چیز سے پیدا  
کیا ہو رحم مادر میں معلق ہوتی ہے۔

ای طرح دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

**ثُمَّ جَعَلْنَا نُطْفَةً فِي قَرَارٍ تَسْكِينٍ ○ ثُمَّ** پھر ہم نے اسے ایک محفوظ مقام (رحم  
مادر) میں نطفہ بنانا کر رکھا پھر ہم نے اس  
نطفہ کو رحم میں معلق کر دیا یعنی جال کی  
طرح پھسا اور جمادیا۔

علقدہ کے مندرجہ بالا معنی پر ہم انشاء اللہ گے چل کر گنتگو کرتے ہیں۔ اس وقت صرف  
یہ بات ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ قرآن مجید نے حیات انسانی کے ارتقاء کے جملہ  
مرحلوں پر روشنی ڈالی ہے اور اس وقت ان حقیقوں کو بیان کیا جب سائنسی تحقیق  
میں سائنسی مضامین کا

نام و نشان بھی نہ تھا کیا یہ سب کچھ قرآن اور اسلام کی صداقت و حقانیت کو تسلیم کرنے کے لئے کافی نہیں؟ آخر ایسا کیوں نہ ہو تاکہ یونکہ قرآن اس رب کی نازل کردہ کتاب ہے جس کے نظامِ ربویت کے یہ سب پر تو ہیں اس لئے اس سے بہتران حقائق کو کون بیان کر سکتا تھا۔ بات صرف یہ ہے کہ سائنس جوں جوں جسم انسانی کے جمادات اٹھاتی جا رہی ہے۔ قرآنی حقیقتیں توں توں بے نقاب ہو کر سامنے آتی جا رہی ہیں۔

### نظامِ ربویت اور رحم مادر میں انسانی وجود کی تشكیل و ارتقاء

قرآن مجید میں رحم مادر کے اندر انسانی وجود کی تشكیل اور اس کے ارتقاء کے مختلف مرطے بیان کئے گئے ہیں۔ جن سے پہلے چلتا ہے کہ رب کائنات کا نظامِ ربویت اپنی آب و تاب کے ساتھ بطن مادر کے اندر بھی جلوہ فرمائے۔ واقعہ یہ ہے کہ ماں کے بیٹت میں بچے کی زندگی کے نقطہ آغاز سے لے کر اس کی تکمیل اور تولد کے وقت تک پورش کا ربانی نظام انسان کو مختلف تدریجی اور ارتقائی مرحلوں میں سے گزار کر یہ ثابت کر دیتا ہے کہ انسانی وجود کی داخلی کائنات ہو یا عالم ہست و بود کی خارجی کائنات ہر جاء ایک ہی نظامِ ربویت یکسان شان اور نظم و اصول کے ساتھ کار فرمائے۔ قرآن مجید کے بیان کردہ ان مراحل ارتقاء کی تعداد بھی آج کی سائنس تحقیق کے ذریعے ہو چکی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۱۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلْطَانِنَا  
اور بے شک ہم نے انسان کو منی کے طین

۲۔ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَوَافِرِ مَكِينٍ  
پھر ہم نے اسے نطفہ بنایا کر ایک محفوظ مقام (رحم مادر) میں رکھا۔

۳۔ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلْقَةً  
پھر ہم نے اس نطفہ کو (رحم مادر) جال کی طرح جما ہوا معلق وجود بنایا۔

۴۔ فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ تَضَعُفَةً  
پھر ہم نے علق سے لو تھرا بنایا۔

۵۔ فَخَلَقْنَا الْمُضْعَفَةَ عِظَامًا

بنا میں۔

پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت پوست  
چڑھایا۔

۶- فَكَسُونَا الْعِظَامُ لَعِمًا

۷- ثُمَّ أَنْشَأَنَا خَلْقًا أَخَرَ ، فَتَبَارَكَ

اللَّهُ أَحْسَنُ الْعَالَمِينَ

(المومنون، ۲۳-۲۴)

پھر ہم نے اسے (تدریج بجا مختلف مرحلوں  
میں سے گزار کر) ایک نئی صورت تخلیق  
عطای کی۔ پس اللہ بڑی برکت والا ہے۔  
وہی سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

ان آیات میں انسانی تشكیل اور ارتقاء کے سات مرافق کا ذکر ہے۔ جن میں  
سے پہلے کا تعلق اس کی کیمیائی تشكیل سے ہے اور باقیہ چھ کا اس کے بھن مادر کے تخلیقی  
مرافق سے مذکورہ بالا آیات میں بیان کردہ انسانی ارتقاء (Developmental Stages of Human Embryo)

۱- سُلَطَّةِ بَنْ طِنْ (Sulatah)

۲- نُطْفَةٌ (Nutfah)

۳- عَلَقَةٌ (Alaqah)

Endometrium of the Uterus

۴- مَضْغَةٌ (Mudghah)

۵- عَظَامٌ (Ezam)

۶- لَعْمٌ (Lahm)

۷- خلق اخر (Khalq-i-Akhbar)

پھر اس تخلیق میں باری تعالیٰ نے نظام ساعت کو نظام بصارت اور نظام عقل  
و فہم پر بقدم رکھا ہے ارشاد فرمایا گیا:

پھر اس کو (اعضا جسمانی کے تناسب سے)  
درست کیا اور اس میں اپنی طرف سے  
جان پھونگی اور تمہارے لئے (سنن اور  
دیکھنے کو) کان اور آنکھیں بنا میں اور  
نُّمَسْوَاهُ وَنَفْحَ فِيَرِينْ رُوْجِهِ وَجَعَلَ  
لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَلَا فِتْدَةَ قَلِيلًا  
سَاتَشْكُرُونَ (السجدة، ۱۹:۳۲)

(سوچنے سمجھنے کے لئے) دماغ مگر تم کم ہی  
 (ان نعمتوں کی اہمیت اور حقیقت کو سمجھنے  
 ہوئے) شکر بجالاتے ہو۔

ای طرح وہ سرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

إِنَّا خَلَقْنَا الْأَنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَنْشَاجٍ  
 بِئْ شَكْ هُمْ نَزَّلُوا مِنْهُ  
 بَيْدًا كَيْا۔ نَسَّے هُمْ مُخْلِفُ حَالَتِهِ مِنْ لِمَّا  
 هِيَ - پھر هُمْ اسَّنَنَے وَالا (اوڑا) دِيَكْنَنَے  
 وَالا (انسان) بَنَادِيَتَے ہیں۔

یہاں بھی اس امر کی صراحت ہے کہ انسانی ایم بریو (Embryo) کی نشوونما میں انسانی کانوں کے نظام کو پہلے وجود میں لایا جاتا ہے اور آنکھوں وغیرہ کو بعد میں۔

اسی حقیقت کی تصریح اور تائید آن ایم بریا لوجی (Embryology) کی جدید تحقیق نے کر دی ہے۔ بقول ڈاکٹر کیتمہ مور

Premordia of the internal ears appears before the beginning of the eyes and the brain (the site of understanding) differentiates last. This part of Surâ 32:9 indicates that special senses of hearing, seeing and feeling develop in this order, which is true.

یہ وہ حقائق ہیں جنہیں قرآن چودہ سو سال پہلے منظر عام پر لایا اور آج جدید سائنس نے ان کی تصدیق و تائید کر دی ہے۔ جس سے باری تعالیٰ کے نظام ربوبیت کی مخلوقتوں کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی حقانیت اور نبوت محمدی کی صداقت و قطعیت کی ایسی مقلی دلیل بھی میرا آتی ہے۔ جس کا کوئی ناصاب طبع سلیم انکار نہیں کر سکتا۔

بطن مادر میں انسان کے حیاتیاتی نشوونما کے یہ مارچ معلوم کرنے کا باقاعدہ سائنسی نظام سب سے پہلے ۱۹۳۱ء میں سٹریٹر (Streeter) نے ایجاد کیا جواب ۱۹۷۲ء

میں (Orahilly) کے تجویز کردہ نظام کے ذریعے زیادہ بہتر اور صحیح شکل میں بدلا جا پکا ہے۔

مگر قرآن مجید کا اسی صحت تربیت کے ساتھ آج سے ۱۲ صدیاب قبل ان مدارن کو بیان کرنا جس کی تصدیق آج انثوی اور ایبریالوجی کی جدید تحقیقات کے ذریعے ہوتی ہے ایک ناقابل انکار مسخرہ ہے۔

### بچے کا بطن مادر میں تین پردوں میں تشکیل پانا

ای طرح بطن مادر میں نظام ربویت کے محیر العقول کرشوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ باری تعالیٰ بچے کی حیاتیاتی تشکیل کے یہ تمام مرحلے ماں کے پیٹ میں تین پردوں کے اندر مکمل فرماتا ہے۔ یہ بچے کی حفاظت کا کس قدر نوٹگوار اہتمام ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

بَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا يَنْ  
بَغْدُ خَلْقٍ فِي ظُلْمَتِ ثَلَاثٍ ، ذَالِكُمْ  
اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
فَإِنَّى تُصْرِفُونَ . (آل عمران، ۶۰:۳۹)

وہ تمیس ماڈل کے پیٹ میں تمارکیوں کے تین پردوں کے اندر ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں مرحلہ دار تخلیق فرماتا ہے۔ یہی اللہ تمہارا رب (تم رہ جا پورش فرمانے والا) ہے۔ اسی کی بادشاہی (اندر بھی اور باہر بھی) ہے۔ سو اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پھر تم کہاں بنتے چلے جاتے ہو۔

۷۱ویں صدی یوسوی میں "Leeuwen Hook" نے مائیکروسکوپ (Microscope) ایجاد کیا۔ صاف ظاہر ہے اس سے پہلے اندرون باطن ان مخفی حقیقوں کی صحیح سانسی تعبیر کس کو معلوم ہو سکتی تھی۔ آج سائنس ان پردوں کی حقیقت بھی منظر عام پر لے آئی ہے۔ جس کی رو سے اس امر کی تصدیق ہو چکی ہے کہ واقعہ بطن مادر میں بچے کے یہ ارتقائی مرحلے تین پردوں میں ہی تکمیل پذیر ہوتے ہیں جو نہیں قرآن مجید نے ظلتِ ثلث (Three veils of Darkness) کے

ساتھ تعبیر کیا ہے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں۔

1- Anterior Abdominal wall

2- Uterine wall

3- Amniochorionic Membrane or Extra Embryonic membranes

قرآن مجید نے ظلمت (Vills of Darkness) کا لفظ استعمال کیا ہے جو Layers کے لئے نہیں بلکہ "Opacities" کے معنی میں مستعمل ہے کیونکہ ہر پودے کے اندر کئی ٹھیمیں (Layers) ہیں اس لئے رب کامل نے انہیں ظلمات کے لفظ کے ذریعے واضح فرمایا ہے ظلمات نلات کی ایک اور مقابل سائنسی تعبیر بھی در جل ذیل ہے۔

1- Chorion    2- Amnion    3- Amniotic Fluid

گرڈ اکٹر Keith L. Moore کی تحقیق کی رو سے پہلی تعبیر زیادہ صحیح اور مناسب حال ہے۔ یہاں متذکرہ بالا سائنسدان ڈاکٹر موور جو کینیڈا کی یونیورسٹی آف ٹورانٹو (University of Toronto) میں شعبہ انتہوی کے پروفیسر ہیں کی اصل انگریزی تحریر کا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

## A SCIENTIST'S INTERPRETATION OF REFERENCES TO EMBRYOLOGY IN THE QUR'AN

**Keith L. Moore, Ph.D., F.I.A.C.,**

Statements referring to human reproduction and development are scattered throughout the Qur'an. It is only recently that the scientific meaning of some of these verses has been appreciated fully. The long delay in interpreting these verses correctly resulted mainly from inaccurate translations and commentaries, and from a lack of awareness of scientific knowledge.

Interest in explanations of the verses of the Qur'an is not new. People used to ask the prophet MOHAMMED all sorts of questions about the meaning of verses referring to human reproduction. The Apostle's answer form the basis of the Hadith literature.

The translations of the verses from the Qur'an which are interpreted in this paper were provided by sheik Abdul Majid Zendani, a Professor of Islamic Studies in King Abdulaziz University in Jeddah, Saudi Arabia.

"He makes you in the wombs of your mothers, in stages, one after another, in three veils of darkness."

This statement is from Sura 39. We do not know when it was realized that human beings underwent development in the uterus (Womb), but the first known illustration of a fetus in the uterus was drawn by Leonardo da Vinci in the 15th century. In the 2nd century A.D., Galen described the placenta and fetal membranes in his book "On The Formation of the Foetus." Consequently, doctors in the 7th century A.D. likely knew that the human embryo developed in the uterus. It is unlikely that they knew that it developed in stages, even though Aristotle had described the stages of development of the chick embryo in the 4th century B.C. The realization that the human embryo develops in stages was not discussed and illustrated until the 15th century.

After the microscope was discovered in the 17th century by Leeuwenhook, descriptions were made of the early stages of the chick embryo. The staging of human embryos was not described until the 20th century. Streeter (1941) developed the first system of staging which has now been replaced by a more accurate system proposed by O'Rahilly (1972).

"The three veils of darkness" may refer to: (1) the anterior abdominal wall; (2) the uterine wall; and (3) the amniochorionic membrane (Fig. 1). Although there are other interpretations of this statement, the one presented

here seems the most logical from an embryological point of view."

"Then we placed him as a drop in a place of rest." This statement is from Sura 23: 13. The drop or nutfa has been interpreted as the sperm of spermatozoon, but a more meaningful interpretation would be the zygote which divides to form a blastocyst which is implanted in the uterus ("a place of rest"). This interpretation is supported by another verse in the Qur'an which states that "a human being is created from a mixed drop." The zygote forms by the union of a mixture of the sperm and the ovum ("The mixed drop").

"Then we made the drop into a leech-like structure."

This statement is from Sura 23: 14. The word "alaca" refers to a leech or bloodsucker. This is an appropriate description of the human embryo from days 7-24 when it clings to the endometrium of the uterus, in the same way that a leech clings to the skin. Just as the leech derives blood from the host, the human embryo derives blood from the decidua or pregnant endometrium. It is remarkable how much the embryo of 23-24 days resembles a leech (Fig. 2). As there were no microscopes or lenses available in the 7th century, doctors would not have known that the human embryo had this leech-like appearance. In the early part of the fourth week, the embryo is just visible to the unaided eye because it is smaller than a kernel of wheat.

"Then of that leech-like structure, We made a chewed lump."

This statement is also from Sura 23: 14. The Arabic word "Mudghah" means "chewed substance or chewed lump." Toward the end of the fourth week, the human embryo looks somewhat like a chewed lump of flesh (Fig. 3) The chewed appearance results from the somites which resemble teeth marks. The somites represent the beginnings or primordia of the vertebrae.

"Then we made out of the chewed lump, bones, and clothed the bones in flesh."

**This continuation of Sura 23: 14 indicates that out of the chewed lump stage, bones and muscles form. This is in accordance with embryological development. First the bones form as cartilage models and then the muscles (flesh) develop around them from the somatic mesoderm.**

**"Then we developed out of it another creature."**

**This next part of Sura 23: 14 implies that the bones and muscles result in the formation of another creature. This may refer to the human-like embryo that forms by the end of the eighth week. At this stage it has distinctive human characteristics and possesses the primordia of all the internal and external organs and parts. After the eighth week, the human embryo the human embryo is called a fetus. This may be the new creature to which the verse refers.**

**"And He gave you hearing and sight and feeling and understanding."**

**This part of Sura 32:9 indicates that the special senses of hearing, seeing, and feeling develop in this order, which is true. The primordial of the internal ears appear before the beginning of the eyes, and the brain (the site of understanding) differentiates last.**

**"Then out of a piece of chewed flesh, partly formed and partly unformed."**

**This part of Sura 22:5 seems to indicate that the embryo is composed of both differentiated and undifferentiated tissues. For example, when the cartilage bones are differentiated, the embryonic connective tissue or mesenchyme around them is undifferentiated. It later differentiates into the muscles and ligaments attached to the bones.**

**"And We cause whom we will to rest in the wombs for an appointed term."**

**This next part of Sura 22: 5 seems to imply that God determines which embryos will remain in the uterus until full term. It is well known that many embryos abort**

during the first month of development, and that only about 30% of zygotes that form, develop into fetuses that survive until birth. This verse has also been interpreted to mean that God determines whether to mean that God determines whether the embryo will develop into a boy or girl, and whether the child will be fair or ugly.

This interpretation of the verses in the Qur'an referring to human development would not have been possible in the 7th century A.D., or even a hundred years ago. We can interpret them now because the science of modern Embryology affords us new understanding. Undoubtedly there are other verses in the Qur'an related to human development that will be understood in the future as our knowledge increases.

### **References:**

1. Arey, L.B: **Development Anatomy: A Textbook and Laboratory Manual of Embryology**, revised 7th ed., Philadelphia, W.B. Sanders Co., 1974.
2. Moor, K. L: **The developing Human Clinically Oriented Embryology**, 3rd ed. Philadelphia, W.B. Sanders Co., 1982.
3. Moore, K. L: **Highlights of Human Embryology in the Qur'an and the Hadith**. Proceedings of the Seventh Saudi Medical Meeting, 1982.
4. Moore, K. L: **Before We are Born, Basic Embryology and Birth Defects**, 2nd ed., Philadelphia, W.B. Sanders Co., 1983.
5. O' Rahilly, R. : **Guide to the Staging of Human Embryo**
6. Streeter,G.L: **Developmental Horizons in human embryos:**

**Descriptions of age group XI,13 to 20 somites, and age group XII, 21 to 29 somites. Contrib Embryol. Carnegie Inst.30:211,1942.**

## ربوبیت الیہ اور انسانی تکوین میں حسن نظم

ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی جسم کی حیاتیاتی تشکیل میں قدم قدم پر ربوبیت الیہ کے سی اور معنوی لاتعداد مظاہر کار فرمائیں۔ ہر جگہ حسن نظم اور حسن ترتیب کی آئینہ داری ہے۔ ہر کام اور مرحلے کے لئے مخصوص مدت اور طریق شعین ہے۔ ایک مرحلے کے تبلہ متعضیات خود بخود پورے ہو رہے ہیں۔ جو کام انسان کے جسمانی پیکر سے بعد میں لیا جانے والا ہے اس کی تمام تر ضرورتیں رحم مادر میں پوری کی جا رہی ہیں۔ ہر مرحلے پر نہ صرف ان ضرورتوں کی کفالت ہو رہی ہے بلکہ بہر طور ان کی حفاظت و نگهداری کے بھی تمام انتظامات ساتھ ساتھ ہو رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اس کے نظام ربوبیت کی اور کرشمہ سازی کیا ہو گی کہ عمل انسان کے لئے مطلوبہ تمام صلاحیتوں کا جو ہر ایک نطفہ کے اندر پیدا کر دیا گیا ہے۔ پھر اس کے خواص و آثار اور علامات کو اپنے اپنے مقررہ اوقات پر پورا کر کے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس اصول کو نظام ربوبیت کے تحت تقدیر کے عنوان سے واضح کیا گیا ہے تقدیر کا معنی اندازہ کرنا ہے خواہ یہ کسی شے کے وجود میں ہو یا ظہور میں، کیست میں ہو یا کیفیت میں، مدت پرورش میں ہو یا تشکیل میں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدْرَةً تَقْدِيرًا  
(الفرقان، ۲۵:۲)

اور اس نے ہر جیز کو پیدا کیا اور اس کی ضرورت کے لحاظ سے اس کے لئے خاص اندازہ مقرر کیا۔

باری تعالیٰ کے نظام ربوبیت کے اس حسن تقدیر نے کائنات کے ظاہر و باطن میں ایک عجیب نظم و ترتیب مطابقت دیگانگت اور توازن و اعتدال پیدا کر دیا ہے یہی رنگ ہم پچے کی تشکیل و ارتقاء کے جملہ مراحل میں کار فرمادیکھتے ہیں اس خاص موضوع پر ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّ أَيَّ شَيْءٍ لَا خَلَقَهُ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ  
فَقَدْرَةً ۝ نُّمَّ السَّبِيلَ بَسَرَهُ ۝ نُّمَّ أَنَّاءَهُ  
اس نے انسان کو کس چیز سے پیدا کیا؟

فَاقْبَرَهُ ثُمَّ أَذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ ۝

حالت کے لئے ایک (مدت اور) اندازہ  
مقرر کیا پھر اس کے لئے (اگلی حالت کی)  
راہ آسان کر دی پھر (پیدائش کے بعد  
ایک خاص مدت گز نے پر) اسے موت  
دی۔ پھر اسے قبر میں رکھوایا پھر جب  
چاہے گا (ایک خاص عرصے کے بعد اگلی  
زندگی کے لئے) اسے باہر نکالے گا۔

(عبس، ۸۰: ۱۸-۲۲)

### انسانی تکوین وجود کے چار مرحلے

قرآن مجید نے انسانی وجود کی تکوین میں چار مرحلوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ تخلیق (Creation)

۲۔ تسویہ (Arrangement)

۳۔ تقدیر (Estimation)

۴۔ ہدایت (Guidance)

ارشادِ الہی ہے۔

سَيِّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ ۝ الَّذِي خَلَقَ  
فَسُوَىٰ ۝ وَالَّذِي قَدَرَ فَهَدَىٰ ۝

(الاعلى، ۲۷: ۱-۳)

اپنے رب کے نام کی تسبیح کرو جو سب  
سے بلند ہے جس نے اسے پیدا کیا، پھر جو  
اسے بالکل نجیک حالت پر لایا اور جس  
نے ہر وجود کے لئے (اس کی ضرورت  
اور حالت کے مطابق) ایک اندازہ مقرر  
فرمایا پھر اسے ہدایت کی دولت سے  
نوازا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ تکوین وجود کے تمام مرحلے نظامِ ربویت کی پوری جلوہ  
سامانیوں کے ساتھ تحریک پذیر ہوتے ہیں۔ ہر مرحلے کو ایک خاص حکمت و تدبیر اور نظام  
کے ساتھ مکمل کیا جاتا ہے۔

اس کی بحث بڑی تفصیل کے ساتھ پسلے گز رچکی ہے کہ کس طرح انسانی وجود نطفے سے باقاعدہ خلق کے مرتبے تک پہنچتا ہے ہر مرحلے میں اس کی ایک مدت مقرر ہے جس میں بعض خاص امور کی تخلیل ہوتی ہے پھر اسے اگلے مرحلے میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

الَّهُمَّ نَخْلُقْكُمْ مِّنْ نَارٍ مَّا يَرَى ۝ فَجَعَلْنَاكُمْ رِّفِيًّا قَوَافِلَ مُسْكِنٍ ۝ إِلَىٰ قَدْرِ مَعْلُومٍ ۝ لَقَدْرَ نَارٍ فَنَعْمَ الْقَادِرُونَ ۝

(المرسلات، ۷: ۲۰-۲۳)

کیا ہم نے تمیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہیں فرمایا۔ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ (رحم مادر) میں رکھا۔ ایک معلوم و معین انداز سے (مدت تک پھر ہم نے اگلے ہر ہر مرحلے کے لئے) اندازہ فرمایا۔ پس ہم کیا ہی اچھے قادر ہیں۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ كُمْ مِّنْ نَفْسٍ ۝ اَوْرُ وَنِی پُر وَدَگار ہے جس نے تمیں وَاحِدَةٌ مُّسْتَقِرٌ وَمُسْتَوْدِعٌ قَدْ فَصَّلَنَا ۝ اَيْكَ جان (Cell) سے پیدا کیا اور پھر الْأَبَاتِ لِقَوْمٍ يَفْهَمُونَ ۝

(آل ابرہیم، ۶: ۹۹)

تمیں (ایک خاص مدت تک) عارضی نہ کانے پر نہ رہنا ہے اور پھر اماننا وہ وقت گزار کر اگلی حالت میں منتقل ہو جانا ہے۔

اس آیت کریمہ میں دو الفاظ قابل توجہ ہیں۔ مستقر اور مستودع مستقر: قرار استقر سے ہے اور مستودع۔ ودع (استودع) سے مستقر میں عارضی طور پر ایک مقام پر ایک حالت میں رہنے کی طرف اشارہ ہے جب کہ

مستودع: میں وہاں اپنا وقت گزارنے اور اگلی حالت میں منتقل ہونے کی طرف اشارہ ہے انسانی تکوین وجود کے مرحلہ تخلیق میں پرم (Sperm) بآپ کی پشت سے

اتا ہے اور رحم مادر کے اندر اووم (Ovum) سے اپنارابطہ قائم کرتا ہے۔

یہاں نظامِ ربوہیت کا کیسا شاندار اہتمام ہے کہ ایک اوس طریقے کے آدی کا ایک بار خارج شدہ مادہ تولید اپنے اندر چار سو ملین (چالیس کروڑ) سperm (Sperm) رکھتا ہے جس سے چالیس کروڑ عورتوں کے حمل واقع ہو سکتے ہیں مگر نظامِ قدرت کی کرشمہ سازیاں دیکھئے کہ جب پہلا سperm (Sperm) عورت کے رحم میں اووم (Ovum) سے پوست ہو کر اس میں داخل ہوتا ہے تو اسی وقت اووم (Ovum) پر ایک بھلی (Membrane) آ جاتی ہے جو دوسرے (Sperm) کو اس میں داخل ہونے سے روک دیتی ہے۔ اسے Fertilizing Membrane کہتے ہیں چنانچہ ان دونوں کے ملائپ سے نکوین وجود انسانی کے کام کا آغاز ہو جاتا ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ بعد ازاں مختلف تخلیقی مرحلوں میں سے گزر کر Embryo (جود) میں آتا ہے۔ ربِ کریم کی شان پروردگاری دیکھئے کہ اس کے ہر مرحلے کے لئے خاص مدت مقرر ہے جس میں بعض تخلیقات وجود میں آتی ہیں جن کے اندر تمدیر بجا ارتقاء ہو تا رہتا ہے اور وہ Embryo کیے بعد دیگرے مختلف مرحلوں اور حالتوں میں منتقل ہوتا چلا جاتا ہے اس کی حالت میں ہفتہ وار تبدیلی آتی رہتی ہے۔ اس کے اعضاء کا تخلیقی اور نکوینی عمل جاری رہتا ہے حتیٰ کہ چھ ہفتے کے بعد بچے کی شکل دکھائی دینے لگتی ہے۔ پھر اس میں نظامِ استخوان اور بعد ازاں گوشت پوست کے ساتھ نظامِ اعصاب کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ مقامِ خلق کو پالیتا ہے اور **هُوَ الَّذِي يُصْوِرُ كُمْ فِي الْأَرْضِ حَمَّ كَفَ يَشَاءُ** (وہ تمہیں ماوں کے رحموں کے اندر ہی جسمانی شکل و صورت اور انداز ساخت عطا کر دیتا ہے۔ جیسے وہ چاہتا ہے) کے مراتب اور مدارج سے گزرتا ہوا۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (بیٹھ کر ہم نے انسان کو بہترین صورت اور ساخت پر تخلیق کیا ہے اسکی شان کے ساتھ منصرہ شہود پر جلوہ گر ہو جاتا ہے۔

قرآنی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحلہِ تقدیر کی رحم مادر کے اندر مزید

تمن قسم کی تفصیلات ہیں۔

ا۔ تَعْدِيل (Equalization)

ب۔ تَصْوِير (Personification)

ج۔ تَرْكِيب (Methodical Formation)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا لَمْ يَعْلَمْ كَمْ يَرَكَ اَنْتَ سَعَى  
الْكَرِيمُ مِنْ ذِي الْأَنْوَافِ ۝ ۰ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ  
سے کس چیز نے سرکش کر دیا جس نے  
تجھے تخلیق کیا، پھر تیرا تسویہ کیا (یعنی تجھے  
لَعَذَلَكَ ۝ لَئِنْ أَيَّ مُسُودَةً مَا شَاءَ  
لَعَذَلَكَ ۝ لَئِنْ أَيَّ مُسُودَةً مَا شَاءَ  
بالکلِّ نُحِيكَ حالت پر لایا) پھر اس نے  
تیری تعديل کی (یعنی تجھے جسمانی اعضا  
کے تناسب کے ذریعے ہوار کیا) پھر جس  
صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔

اس آیتِ کریمہ میں تخلیق و تسویہ کے بعد نہ کورہ بالا تینوں مراتب کا ذکر  
ہے۔ تَعْدِيل، تَصْوِير اور تَرْكِيب۔ یہ تمام مرحلہ تقدیریٰ کی تفصیلات ہیں۔

باری تعالیٰ نے آغازِ حمل سے اختتام ضرورتِ رضاعت تک کا عرصہ بھی  
مقرر فرمادیا ہے جو کم از کم تیس ماہ ہے جس طرح پچھے رحم مادر میں پرورش پا کر عالم آب  
و گل میں رہنے کے قابل ہو جائے تو اسے فوراً تولد کے ذریعے دنیا میں منتقل کر دیا جاتا  
ہے اسی طرح پچھے کام عده عام غذاوں کو ہضم کرنے کی استعداد حاصل کر لے تو تدریجاً  
ماں کا دودھ خود بخوبی منتقل ہونے لگتا ہے اور یہ تبدیلی اس امر کی طرف اشارہ ہوتا ہے  
کہ اب پچھے کو رضاعت کی ضرورت نہیں رہی اسے دوسری غذاوں کی طرف منتقل کیا  
جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

خَلَقَنَّا مُؤْمِنَةً كُرْهًا وَ وَضَعَفَنَّا كُرْهًا اس کی ماں نے اسے تکلیف انھا کر پیٹ  
میں رکھا اور اس طرح تکلیف سے جتنا  
اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے کی  
مدت (کم از کم) تیس ماہ کی ہے۔

(الْحَقَافَ، ۳۶:۱۵)

## دورانِ حمل نظامِ ربوبیت کے مظاہر

جب تک بچہ رحم مادر میں اپنے تشکیلی اور تکوینی مراحل طے کرتا ہے ہماری تعالیٰ کا نظامِ ربوبیت اس کی جملہ ضروریات کی کفالت کے ساتھ ساتھ درج ذیل چار اور کاس کس قدر حسن و خوبی سے انتظام کرتا ہے اس کا ایک ایک پہلو ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

۱۔ **تغذیہ (Nourishment or Nutrition)** اس کی نشوونما کے لئے ہر قسم کا ضروری داد رحم مادر میں فراہم ہوتا ہے۔

۲۔ **حفظت (Protection)** رحم مادر میں اس کی ضروری نقل و حرکت کا اس کے مناسب حال انتظام کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ **نقل و حرکت (Movement)** رحم مادر میں اس کی ضروری نقل و حرکت کا اس کے مناسب حال انتظام کر دیا جاتا ہے۔

۴۔ **تکمیف حرارت (Control of Temperature)** اس کی طبی ضرورت کے مطابق رحم مادر کے اندر بچے کو مطلوبہ حرارت (Temperature) میسا ہوتی رہتی ہے۔ ماں کے خون میں سے جو مواد بچے کے لئے مفید اور ضروری ہے اسے خود بخود میرہ آتا رہتا ہے اور جو مواد مضر اور نقصان دہ ہے خود بخود ضائع ہو جاتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایک خلاق عالم اور قادر مطلق کی باقاعدہ منصوبہ بندی کے بغیر یہ سب کچھ ایک نظم و ترتیب کے ساتھ کیسے ممکن ہے۔ فاعلبر واہا اولی الابصار

## انسان کا شعوری ارتقاء اور نظامِ ربوبیت

ہس طرح انسان کے جسمانی وجود کی تکوین و تجمیل کے لئے نظامِ ربوبیت کے جسمی و جمیل جلوے پوری آب و تاب کے ساتھ ہر جگہ اور ہر مرحلے پر کار فرمان نظر آتے ہیں۔ یعنی رنگ اور ڈھنگ انسان کے شعوری ارتقاء کے نظام میں بھی نظر آتا ہے۔ خلاق عالم کے حسن ربوبیت نے انسان کی جسمانی ساخت اور پروردش کی ذمہ داری

بھانے کے ساتھ اس کی مختلف ضرورتوں کی تخلیل کے لئے اسے ایک مرحلہ وار نظام ہدایت سے بھی نواز دیا ہے جس سے وہ اپنے ہر مرحلہ حیات پر نہ صرف مختلف ضروریات و مقتضیات کو جانتا اور پہنچاتا ہے بلکہ ان کی تسلیم و تخلیل کے لئے مختلف راستے اور وسائل بھی ملاش کرتا ہے وہ جوں جوں عمر کے مختلف ادوار طے کرتا چلا جاتا ہے اس کی ضرورتیں بدلتی چلی جاتی ہیں ان میں تنوء اور توسع آتا چلا جاتا ہے ان میں مسائل اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے پہلے سے موجود طبعی ذرائع ہدایت اس کی ختنی حاجات اور تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ سونود بخود اگلی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے نئے دروازے کھل جاتے ہیں اور یوں انسان کا شوری سفر اپنی منزل کی طرف جاری رہتا ہے۔ اس شوری پورش کی ذمہ داری بھی رب کائنات نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور وہ اس کا آغاز بھی زمانہ رحم سے کر دیتا ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رحم مادر میں اعضاء بسمانی کی تشكیل و تخلیل کے ساتھ ساتھ مختلف ذرائع ہدایت کی تکونیں کا سلسلہ بھی ایک خاص نظم و ترتیب سے شروع کر دیا جاتا ہے پھر یہ سلسلہ پیدائش کے بعد بھی ایک خاص نظم کے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا جاری رہتا ہے۔

### انسانی زندگی اور اقسام ہدایت

باری تعالیٰ نے اپنے نظامِ ربوبیت کا جلوہ کمال انسانی زندگی کو مختلف قسم کی ہدایتوں سے سرفراز فرمایا کہ اگر ماحدیاتی ضرورتیں، تقاضے اور حقائق کی نو ختنیں جدا جدا ہوں مگر ذریعہ ہدایت اور رہنمائی ایک ہی ہو تو صاف ظاہر ہے نہ یہ تقاضائے پورش ہے اور نہ روشن بندہ پوری۔

رب کائنات نے انسان کو بلکہ ہر ذی روح کو اس کے حسب حال ذرائع ہدایت سے نوازا ہے۔ مطالعہ قرآن سے پڑھتا ہے کہ یہ ہدایت بنیادی طور پر درج ذیل پانچ اقسام پر مشتمل ہے جبکہ آخری قسم ہدایت مزید تین صورتوں میں پائی جاتی ہے۔

۱۔ ہدایت فطری (ہدایت وجدانی)

۲۔ ہدایت حسی

۳۔ ہدایت عقلی

۴۔ ہدایت تلبی

۵۔ ہدایت ربانی (ہدایت بالوجی)

(i) ہدایت عامہ (ہدایت الغایہ)

(ii) ہدایت خاصہ (ہدایت الظریق) (iii) ہدایت ایصال (ہدایت الایصال)

### ۱۔ ہدایت فطری

شلی نعمانی اور ابوالکلام آزاد اس ہدایت کو ہدایت وجدانی سے تعبیر کرتے ہیں بقول ابوالکلام وجدان کی ہدایت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں ہر مخلوق کی طبیعت میں کوئی ایسا اندر ورنی الہام موجود ہے جو اسے زندگی اور پرورش کی راہوں پر خود بخود لگادیتا ہے اور وہ باہر کی رہنمائی و تعلیم کی محتاج نہیں ہوتی۔ انسان کا پچھہ ہو یا حیوان کا، جو نمیں شکم مادر سے باہر آتا ہے خود بخود معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی نذراں کے سینے میں ہے اور جب پستان منہ میں لیتا ہے تو جانتا ہے کہ اسے زور زور سے چونا چاہئے۔ بلی کے پچھے کو بیش دیکھتے ہیں کہ ابھی ابھی پیدا ہوئے ہیں، ان کی آنکھیں بھی نہیں کھلی ہیں لیکن ماں جوش محبت میں انہیں چاٹ رہی ہے، وہ اس کے سینے پر منہ مار رہے ہیں۔ یہ پچھے جس نے عالم ہست میں ابھی ابھی قدم رکھا ہے، جسے خارج کے موڑات نے چھوواتک نہیں، کس طرح معلوم کر لیتا ہے کہ اسے پستان منہ میں لے لینا چاہئے اور اس کی نذراں کا سر پشمہ یہیں ہے؟ وہ کون سافر شہ ہے جو اس وقت اس کے کان میں پھونک دیتا ہے کہ اس طرح اپنی نذراں حاصل کر لے؟ یقیناً وہ فطری ہدایت کافر شہ ہے اور یہی فطری ہدایت ہے جو قبل اس کے کہ دو اس دادر اک کی روشنی نمودار ہو۔ ہر مخلوق کو اس کی پرورش وزندگی کی راہوں پر لگادیتی ہے۔

تمہارے گھر میں پلی ہوئی بلی ضرور ہو گی۔ تم نے دیکھا ہو گا کہ بلی اپنی عمر میں

پہلی مرتبہ حاملہ ہوتی ہے۔ اس حالت کا اسے کوئی پچھلا تجربہ حاصل نہیں۔ تاہم اس کے اندر کوئی چیز ہے جو اسے بتا دیتی ہے کہ تیاری و حفاظت کی سرگرمیاں شروع کر دینی چاہیں۔ ہونی و وضع حمل کا وقت آتا ہے، خود بخود اس کی توجہ ہر چیز کی طرف سے ہٹ جاتی ہے اور کسی محفوظ گوشے کی جستجو شروع کر دیتی ہے تم نے دیکھا ہو گا کہ مضطرب الحال بیلی رکان کا ایک ایک کونہ دیکھتی پھرتی ہے۔ پھر وہ خود بخود ایک سب سے محفوظ اور علمدہ کوشہ چھانٹ لیتی ہے اور وہاں پچھے دیتی ہے۔ پھر یہاں ایک اس کے اندر پچھے کی حفاظت کی طرف سے ایک مجمل خطرہ پیدا ہوا جاتا ہے اور وہ یکے بعد دیگرے اپنی جگہ بدلتی رہتی ہے غور کردا یہ کون سی قوت ہے جو بیلی کے اندر خیال پیدا کر دیتی ہے کہ محفوظ جگہ تلاش کرے، بیلی کے اندر خیال پیدا کر دیتی ہے کہ محفوظ جگہ تلاش کرے، کیونکہ واقعیت ایسی جگہ کی اسے ضرورت ہو گی یہ کون سا الامام ہے جو اسے خبردار کر دیتا ہے کہ بلا بچوں کا دشمن اور ان کی بو سو نگہتا پھرتا ہے، اس لئے جگہ بدلتے رہنا چاہئے؟ باشبہ یہ ربوبیت الہی کی فطری ہدایت ہے جس کا الامام ہر مخلوق کے اندر اپنی نمودر نگحتا ہے اور جوان پر زندگی اور پرورش کی تمام را ہیں کھول دیتا ہے۔ یہ ہدایت ہر ذی روت کو پیدا نش کے ساتھ ہی عطا کر دی جاتی ہے اس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے۔

**رَبَّنَا الَّذِي أَغْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى ۝** ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو (اس کے حسب حال) صورت عطا کی اور پھر اس (اس کی حسب ضرورت) ہدایت سے نوازا۔

## ۲۔ ہدایت حسی

ہدایت کا دوسرا مرتبہ حواس اور مدرکات حسی کی ہدایت ہے اور وہ اس درج واضح و معلوم ہے کہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگرچہ حیوانات اس جو ہر دناغ سے محروم ہیں جسے غلکرو عقل سے تعبیر کیا جاتا ہے تاہم فطرت نے انہیں

احساس و ادراک کی وہ تمام قویں دے دی ہیں جن کی زندگی و معيشت کے لئے ضرورت تھی اور ان کی مدد سے وہ اپنے رہنے سننے، کھانے، پینے تو والد و تابع اور حفاظت و نگرانی کے تمام و خلاف حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہتے ہیں۔ پھر جو اس و ادراک کی یہ بُدایت ہر حیوان کے لئے ایک ہی طرح کی نہیں ہے بلکہ ہر وجود کو اتنی ہی اور ویسی ہی استعداد دی گئی ہے جتنی اور جیسی استعداد اس کے احوال و ظروف کے لئے ضروری تھی چیزوں کی قوت شامہ نمایت دور رہ س ہوتی ہے، اس لئے کہ اسی قوت کے ذریعے وہ اپنی غذا حاصل کر سکتی ہے چیل اور عقاب کی نگاہ تیز ہوتی ہے کیونکہ اگر ان کی نگاہ تیز نہ ہو تو بلندی میں اڑتے ہوئے اپنا ڈکار دیکھ نہ سکیں۔

یہ بُدایت جو جو اس خمر کے ذریعے میر آتی ہے اس کا ذکر قرآن مجید سعی و بصر کے ہائل سے کرتا ہے۔

**إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعُزُّوْنَ**

(الشعراء، ۲۱۲: ۲۶)

**إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُوَادَ كُلُّهُمْ بَشِّكَ كَانَ أَوْلَى بِكُلِّ شَيْءٍ بِمَا يَرَى**

(ابن اسرائیل، ۱۷: ۳۶)

اور اس نے تمہاری رہنمائی کے لئے کان، آنکھیں اور دل و دماغ پیدا فرمائے۔

### ۳۔ بُدایت عقلی

یہ عقل اور فہم و تدبیر سے میر آتی ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید قلب، عقل، فوا، اور تعقل و تدبیر کے الفاظ میں کرتا ہے ہر جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

**أَفَلَا تَعْقِلُونَ**

**أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ**

تم غور و فکر کیوں نہیں کرتے۔  
وہ تدبیر اور بصیرت سے کام کیوں نہیں  
لیتے

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ  
وَالْخَلْقِ الْأَيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ  
لَا يُؤْلِي إِلَّا بَابٌ (آل عمران، ۱۹۰:۳)

بے شک آسمان اور زمین کی تخلیق میں  
اور شب دروز کی گردش میں عقل سلیم  
والوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی)  
نشانیاں ہیں۔

### ۲-ہدایت قلبی

یہ تزکیہ نفس کے ذریعے دل کی صفائی اور باطنی روشنی سے میر آتی ہے۔  
اس کا ذکر قرآن مجید "علم لدنی" کے الفاظ میں کرتا ہے جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام  
کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

أَتَبَنَاهُ رَحْمَةً تِينَ عِنْدِنَا وَعَلَمَنَاهُ مِنْ  
لَدُنَنَا عِلْمًا (الکھف، ۲۵:۱۸)

ہم نے اسے اپنی طرف سے خصوصی  
رحمت عطا کی تھی اور اسے اپنی طرف  
سے خصوصی علم کے ساتھ نواز رکھا تھا۔

یہاں تک ہدایت اور رہنمائی کی جتنی صورتیں بھی بیان ہو سیں ظنی تھیں ان  
میں خطا کا احتمال رہتا ہے اس سے حاصل ہونے والا علم یقینی اور قطعی نہیں ہو سکتا۔ بے  
شک اس کے نتائج کتنے تھی صحیح کیوں نہ ہوں لیکن غلطی کا امکان پھر بھی باقی رہتا ہے  
یونکہ ان میں انسانی کسب کو دخل حاصل ہے۔

### ۳-ہدایت رباني (ہدایت بالوجی)

#### (۱) ہدایت عامہ (ہدایت الغایہ)

یہ وہ یقینی ہدایت ہے جو انبیاء کرام کو بصورت وحی عطا ہوتی ہے اور ان کے  
ذریعے وہ انسانوں تک پہنچائی جاتی ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ملتا ہے۔

وَجَعَلْنَا بِنَهْمَمَ أَنْصَمَّتَهُدُونَ بِأَنْزُنَا  
(السجدة، ۳۲:۳۲)

اور ہم نے ان میں سے پیشوال یعنی انبیاء  
مبعوث کر دیئے جو انسیں ہمارے حکم کی  
رہنمائی عطا کرتے ہیں۔

اسی طرح ارشاد فرمایا گیا:

فَدَبَّيْنَ الرُّشْدَ بِنَ الْغَنِيِّ فَمَنْ شَاءَ  
بیشک ہدایت کو گراہی سے ممتاز کر دیا گیا۔

فَلَيُؤْمِنُ وَمَنْ شَاءَ فَلَيَكُفُرُ

(البقرة، ۲۶۵)

پس جس کا جی چاہے ایمان لے آئے  
جس کا جی چاہے کفر اختیار کر لے۔

ایک اور مقام پر اس ہدایت کا ذکر یوں کیا گیا:

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السِّيمَلَ إِنَّا شَاكُوا وَإِنَّا بَعْثَكَ هُمْ نَأْتُهُمْ نَأْتُهُمْ سَيِّدُهُمْ رَاهُ دَكَّهَا كُفُورًا (الدھر، ۷۶)

۔۔۔

یہ ہدایت تمام بني نوع انسان کو یکساں طور پر عطا کی جاتی ہے۔ اس میں کسی کو امتیاز حاصل نہیں ہوتا۔ انبیاء کرام کی دعوت اسی ہدایت پر مشتمل ہوتی ہے اس لحاظ سے قرآن خود کو "هدی للناس" کہتا ہے کہ یہ قرآن تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے یعنی تمام انسانوں کو بلا امتیاز رنگ و نسل روشنی میا کرتا ہے اور ہر ایک کو جہالت و گمراحتی کے اندر ہمروں سے نکال کر علم و ہدایت کے اجالوں کی طرف لے آتا ہے یہ ہدایت ہر ایک کو زندگی کا مقصد اور منزل کا شعور عطا کرتی ہے۔ اسے ہدایت عامہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

### (ب) ہدایت خاصہ (ہدایہ الطریق)

یہ ہدایت ربانی کا درود سرا درج ہے جو ہدایت عامہ کے بعد بالخصوص اہل ایمان کو نصیب ہوتا ہے جو لوگ انبیاء کی دعوت پر ایمان لائے کے بعد منزل مقصود کے حصول کے لئے کوشش ہو جاتے ہیں انہیں باری تعالیٰ اس خاص ہدایت کی دولت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ یہ ہدایت اس راستے کی مفصل نشاندہی پر بنی ہوتی ہے جو اصل منزل تک پہنچاتا ہے اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ملتا ہے۔

وَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ يَهْدِ فَلَبَّهُ

(التغابن، ۱۱)

اور جو کوئی اللہ پر ایمان لے آئے اس  
کے دل کو صحیح رہنمائی عطا کر دی جاتی  
ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ أَمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک

بَهْدِيْهُمْ رَبُّهُمْ يَا بَعْنَانِهِمْ  
(يونس ۱۰: ۹)

اعمال کے ان کا رب انہیں ان کے  
ایمان کے باعث ہدایت سے سرفراز فرمائے۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ ہدایت کا وہ مقام ہے جو صرف ایمان اور اعمال صالحہ  
کے نتیجے میں سامنے آتا ہے۔ مزید ارشاد فرمایا گیا ہے۔

فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ أَسْوَأُوا  
(البقرہ ۲: ۲۴۳)

پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہدایت  
دی جو ایمان لے آئے تھے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِيمَا نَهَدِيْنَاهُمْ مُؤْمِنًا  
(عنکبوت ۲۹: ۶۹)

جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں  
ہم یقیناً ان پر اپنے راستے کھول دیتے  
ہیں۔

یہ ہدایت عامہ سے بلند ہدایت ہے جو ہر شخص کے لئے مقرر نہیں۔ ارشاد  
فرمایا گیا۔

وَالَّذِينَ اهْتَدَوا رَأَدَهُمْ هُدًى  
(محمد ۷: ۳۷)

اور جن لوگوں نے ہدایت پائی، اللہ نے  
ان کی ہدایت میں مزید اضافہ کر دیا۔

### (ج) ہدایت الایصال

یہ وہ آخری ہدایت ہے جس میں منزل مقصود تک کامیابی و کامرانی کے ساتھ  
پہنچنے کی قطعی ضمانت عطا کی جاتی ہے۔ یہ ہدایت عام الہ ایمان کے لئے بھی نہیں بلکہ  
صرف ان مومنوں کے لئے ہے جو تقویٰ کی شرائط کو پورا کرتے ہیں۔ اس میں نہ صرف  
منزل مقصود کی روشنی میاکی جاتی ہے اور نہ صرف اس کے راستے کی نشاندہی کی جاتی  
ہے بلکہ خیر و عافیت کے ساتھ راہ حق کے مسافروں کو منزل مقصود تک پہنچا دیا جاتا ہے۔  
یہ راہنمائی کی سب سے اعلیٰ صورت ہے جس کی ضمانت سوائے قرآن کے دنیا کی کوئی  
اور کتاب میا نہیں کر سکتی اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

سَهِيدِيْهُمْ وَمُصلِحٌ مَالَهُمْ  
(محمد ۷: ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے عنقریب انہیں اپنی منزل  
تک پہنچانے کا اور ان کا حال سنوار دے

گا۔

ای طرح اہل جنت اپنی منزل جنت کو پا کر سکیں گے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَا نَا لِهٗ ذَا  
تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس  
نے ہمیں اس منزل تک پہنچا دیا۔  
(الاعران، ۷: ۳۲)

قرآن حکیم اپنی رہنمائی کے اس درجے کا ذکر ان الفاظ میں بھی کرتا ہے۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي إِلَيْنَا هِيَ أَفُوْمٌ  
بے شک یہ قرآن اس منزل تک رہنمائی  
کرتا ہے جو صحیح اور پختہ ہے اس بدایت  
کے میر آجائے کے بعد گمراہی کا کوئی  
امکان نہیں رہتا۔  
(بی اسرائیل، ۱۷: ۹)

### انسانی زندگی اور مختلف ذرائع علم

الله تعالیٰ کے جاری کردہ نظام ربوبیت نے انسان کو اپنے گرد و پیش اور ماحول سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے مختلف ذرائع علم و بدایت سے نوازا ہے۔ اسے سوپنے کے لئے طاقتوں دماغ، دیکھنے کے لئے صاف شفاف آنکھیں، سننے کے لئے حس س کان، چکھنے کے لئے زبان، سو گھنٹے کے لئے ہاتک، چھوٹنے کے لئے ہاتھ اور انسانی نہیں کے لئے اعصاب بخشنے گئے ہیں۔ ان ذرائع علم کو عقل اور حواس کما جاتا ہے یہ اس ذات کی عنایت ہے کہ اس نے ان ذرائع کو بالعموم ہر انسان کے لئے کھلا رکھا ہے 'انہیں محدود اور مسدود نہیں فرمایا۔'

انسان کو ذرائع علم عطا کئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ بھرپور طریقے سے کائنات میں زندگی برکر سکے مخلوقات اور ان کے خواص و اوصاف کو جانے، ان کی حقیقوں کا ادراک کرے اور اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے مختلف زاویوں سے غور و فلکر کر سکے۔

اس مقصد کے لئے بلا تمیز رنگ و نسل، انسان کو جو ذرائع عطا کئے جائیں گے ہیں انہیں تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ حواس خمسہ ظاہری

۲۔ حواس خمسہ باطنی

۳۔ طائف خمسہ قلبی

### ۱۔ حواس خمسہ ظاہری

حس کی پہلی قسم حواس خمسہ ظاہری کہلاتی ہے جن کی تعداد پانچ ہے اور یہ  
مرکے ساتھ ساتھ عکسی مراحل طے کرتے چلتے جاتے ہیں۔

۱۔ قوت لامہ: چھونے کی قوت

۲۔ قوت باصرہ: دیکھنے کی قوت

۳۔ قوت سامعہ: سننے کی قوت

۴۔ قوت زائفہ: چکھنے کی قوت

۵۔ قوت شامسہ: سوچنے کی قوت

یہ وہ پانچ ذرائع علم ہیں جن کی بدولت انسان اپنے گرد و پیش اور ماحول سے  
اپنا اور اکی تعلق قائم کرتا ہے مگر یہ حواس صرف ظاہری دنیا (Physical  
World) کی حقیقوں کو جاننے اور ان کا ادراک کرنے تک محدود رہتے ہیں یہ حواس  
انسانی ذہن کو فقط ظاہری خام مواد مہیا کرنے پر مامور ہیں قوت لامہ کا کام کسی چیز کو چھو  
کر یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ چیز کیسی ہے؟ نرم و گداز ہے یا سخت اور کھرد ری ہے لیکن  
اگر کوئی چیز غیر مادی جسم رکھتی ہے تو ہاتھ بکوشش کے باوجود اس کے وجود کا سراغ نہیں  
لگاسکتے۔ اس طرح قوت باصرہ کا کام مرئی اشیاء کو دیکھنا اور ان کے وجود کا سراغ لگانا ہے  
لیکن آنکھ اسی وقت جسم کا سراغ لگاسکتی ہے جب کوئی چیز دیکھنے جانے کے قابل ہو۔ اگر  
کوئی چیز غیر مرئی ہے تو اس کو قوت باصرہ معلوم نہیں کر سکتی۔ علیحدہ ایسا قوت  
سامعہ کا کام آواز کا پتا لگانا ہے خوبصورت بودبو کو قوت شامسہ کے ذریعے جانا جاتا ہے مٹھاں یا  
کڑواہٹ کا احساس قوت زائفہ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

## حوالہ ایک دوسرے کا بدل نہیں بن سکتے

جو چیز آنکھ کے ذریعے معلوم کی جاسکتی ہے وہ کسی اور حس کے ذریعے نہیں جانی جاسکتی۔ مثلاً کوئی شخص آپ کے قریب آ کر بینہ جائے اور آپ آنکھیں بند کر لیں تو اپنے باقیہ چاروں حواس استعمال کرنے کے باوجود آپ کی صورت میں بھی اس شخص کے وجود کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کی قوت سامنہ مفقود ہو جائے تو وہ باقیہ چاروں حواس کو آزمائنے کے باوجود آواز کا سراغ لگانے سے قادر رہتا ہے اگر زبان ذاتی کا پتہ نہ چلا سکے تو آنکھ، ناک، کان اور ہاتھ پاؤں سلامت ہونے کے باوجود انسان مختلف ذاتوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔

## حوالہ ظاہری کا دائرہ محدود ہے

اب ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ہر حس کا ایک مخصوص دائرة اور طبقہ ہوتا ہے جو اشیاء حواس ظاہری کے ذریعے معلوم کی جاتی ہیں انہیں اور اکات حسی کہتے ہیں جو شے جس حاسے کے دائیرہ کاہر میں آتی ہے اسے ہمیشہ اسی حاسے کی مدد سے معلوم کیا جاسکتا ہے اگر اس حاسے کے بجائے اس پر دوسرے حواس آزمائے جائیں تو ہزاروں کوششوں کے باوجود اس چیز کی صحیح ماہیت اور ہیئت کا ادراک ناممکن ہوتا ہے۔

آواز کو کان کے ذریعے معلوم کیا جائے تو وہ سمجھ میں آسکتی ہے رنگوں کو آنکھوں کے ترازو میں تولا جائے تو ان میں امتیاز کیا جاسکتا ہے خوبصورتی کو قوت شامد کے ذریعے علوم کیا جائے تو وہ انسانی اور اک میں آسکتی ہے، لیکن مذکورہ بالا حواس کے علاوہ اسی چیز کو کسی دوسرے حاسے کی مدد سے جاننے کی کوشش بیکار ثابت ہو گی۔ طبی یہ پایا کہ اگر کوئی وجود دنیا میں موجود ہے مگر اس کو معلوم کرنے والی خاص حس موجود نہیں تو پھر باقی سارے حواس آزمائنے کے باوجود اس وجود کا سراغ نہیں لگایا جاسکتا۔

## ایک لطیف تمثیل

”ولاتا روم“ نے اس بات کو ذہن نشین کرانے کے لئے بڑی عمدہ مثال دی ہے

فرماتے ہیں۔ کسی جلد پانچ اندھے تھے انہوں نے ساری زندگی ہاتھی کو نہیں دیکھا تھا، ایک مرتبہ ہاتھی کو ان کے سامنے لاکھڑا کر دیا کیا اور ہر ایک سے کہا گیا کہ باری باری ہاتھ سے چھو کر بتاؤ کہ ہاتھی مجموعی طور پر کیسا ہوتا ہے ہر ایک نے اپنے ہاتھوں کی مدد سے اس ہاتھی کو جاننے کی کوشش کی چنانچہ اس کو شش کے نتیجے میں ایک نایبنا کا ہاتھ ہاتھی کے پیٹ پر پڑا اس نے کہا ہاتھی تو دیوار کی طرح ہوتا ہے۔ ایک نایبنا نے اپنا ہاتھ ہاتھی کی ناخون پر رکھا تو اس نے خیال کیا کہ ہاتھی تو ستوںوں کی طرح ہوتا ہے۔ ایک نے ہاتھی کے کان کو نوازا تو اس نے گمان کیا کہ ہاتھی تو نکھل کی طرح ہوتا ہے اسی طرح نے سونڈ پر ہاتھ لگایا تو اس نے کہا کہ ہاتھ تو رستے کی مانند ہوتا ہے۔

ان غرض پانچوں نایبنا اپنے تمام تر حواس آزمائے کے باوجود اتنے بڑے وجود ہاتھی اکے صحیح اور اک سے قاصر ہے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ جس حاسے کی مدد سے اس وجود کو جانا جا سکتا تھا، یہ لوگ اس سے محروم تھے اور اس کی عدم موجودگی میں دوسرے تمام حواس آزمائے کے باوجود انہیں ہاتھی کی شکل و صورت معلوم نہ ہو سکی اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ:

اوا: حواس خمسہ ظاہری صرف دنیا کی اشیاء (Physical World) کا اور اک کر سکتے ہیں جس میں ماہد بھی شامل ہے اور تو اہلی بھی۔

ثانیا: ہر حس کا ایک مخصوص دائرہ کا رہے جو چیز اس دائیرے میں آجائے وہ حس نفاذ اسی کو محسوس کر سکتی ہے لیکن جو چیز اس حس کے دائیرے سے باہر ہو اس چیز کا صحیح اور اک تمام حواس مل کر بھی نہیں کر سکتے۔

### انسانی جسم میں عقل کا کردار

ایک اور قابل توجہ امر یہ ہے کہ اگر پانچوں حواس درست اور سلامت ہوں لیکن انہیں عقل کی سرتی حاصل نہ ہو تو یہ پانچوں حواس کسی چیز کو ٹھیک ٹھیک محسوس نہ کے باوجود انسان کو کسی خاص نتیجے تک نہیں پہنچا سکتے۔ ان سے حاصل شدہ مواد خام مال (Raw material) یا اور اک (Perception) تو کہہ سکتے ہیں، علم

(Knowledge) ہرگز نہیں قرار دے سکتے یہ اور اک اور یہ احساس اس وقت علم کا روپ اختیار کرتا ہے جب آنکھوں کی بصارت، کانوں کی سماعت، ہاتھوں کے لمس اور زبان کے ذائقے کا تاثر عقل پر وارد ہو اور عقل اس سے صحیح نتائج اخذ کر کے انسانی جستجو کو خاص نتیج عطا کر دے اور اس اور اک کو منظم کر دے۔

انسانی جسم کے جس حصے میں یہ عمل سمجھیل پذیر ہوتا ہے، اسے دماغ کہتے ہیں، اللہ رب العزت نے بذات خود عقل کو ایک بست بڑا کارخانہ (Factory) بنادیا ہے۔

بس طرح ہواں ظاہری کے پانچ الگ الگ حصے تھے اسی طرح عقل کے بھی پانچ الگ الگ گوئے ہیں عقل کے یہ تمام حصے نہایت نظم و ضبط اور باہمی افہام و تنقیم سے کام کرتے ہیں، ہواں خس ظاہری جو کچھ محسوس کرتے ہیں اس کے تاثرات جوں کے توں دماغ تک پہنچا دیتے ہیں۔ عقل اپنے پانچوں شعبوں کی مدد سے ان تاثرات سے صحیح نتیجہ اخذ کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ کان نے کیا سن؟ ہاتھوں نے کیا چھووا؟ زبان نے کون سازا نقد چکھا اور آنکھ نے کیا دیکھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ہواں کا کام دماغ کے لئے معلومات کا خام مواد تیار کرتا ہے، ان محسوسات کو تمہنا نہیں۔ کان بذات خود یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ نئے ہوئے الفاظ کا مطلب کیا ہے آنکھ بذات خود یہ فیصلہ نہیں کر سکتی کہ سرخ اور بزرگ میں کیا فرق ہے ہاتھ اور زبان خود یہ نہیں بتا سکتے کہ فلاں چیز نرم ہے یا سخت، میٹھی ہے یا کڑوی، آخری فیصلہ عقل انسانی صادر کرتی ہے ہواں خس نہیں کو یا علم کی آخری صورت گردی عقل سے ہوتی ہے ہواں خس سے نہیں۔

### انسانی ہواں کی بے بسی

ہواں ظاہری کا دائزہ کارپلے ہی صرف مادی اور طبیعی دنیا (Physical World) تک محدود تھا، غیر مادی اشیاء کا اور اک ہواں ظاہری کے ذریعے ناممکن تھا، یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ انسانی ہواں کی معلوم کردہ اشیاء کو اگر عقل انسانی منظم اور مربوط نہ کرے تو ہواں خس کے یہ تمام تاثرات علم کا روپ نہیں دھار سکتے۔

## ۲۔ حواس خمسہ باطنی

بس طرح محسوسات ظاہری کے لئے قدرت نے پانچ حواس تخلیق فرمائے ہیں اسی طرح عقل انسانی میں بھی پانچ مرکات پیدا کئے گئے ہیں جنہیں حواس خمسہ باطنی کہا جاتا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

**۱۔ حس مشترک:** انسانی عقل کا یہ گوشہ حواس ظاہری کے تاثرات کو وصول کرتا ہے۔ حواس کے اولین تاثرات اس حصہ عقل پر جا کر جذب ہو جاتے ہیں مثلاً جب ہم اپنی آنکھ سے کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو انسانی عقل کے اس حصے پر اس کی تصور یہ مرتب ہو جاتی ہے اسی لئے اسے ادھ الفض بھی کہتے ہیں۔

**۲۔ حس خیال:** حس خیال کا کام یہ ہے کہ مرکات اور محسوسات کی جو تصاویر اور شکلیں حس مشترک میں پہنچتی ہیں، حس خیال ان کی ظاہری صورتوں کو اپنے اندر محفوظ کرتی ہے۔ مثلاً جب ہم لفظ "میں" بولتے ہیں، تو اس لفظ کی ظاہری صورت یعنی "میں" کی اور "نوں غنہ" ہے۔ چنانچہ اس کے ظاہر کا یہ تاثر حس مشترک پر منعکس ہوتا ہے اور یہ تاثر بصورت تصور یہ حس خیال میں محفوظ ہو جاتا ہے۔

**۳۔ حس و اہمہ:** جس طرح محسوسات کی ظاہری شکل و صورت کو حس مشترک نے، اس ظاہری سے وصول کیا تھا اور حس خیال نے اسے اپنے حافظہ میں محفوظ کر لیا تھا، اسی طرح حس و اہمہ مرکات حسی کے مفہوم و معنی یعنی ان کی باطنی شکل و صورت کا اور اک کرتی ہے اور محفوظ رکھنے کے لئے ان تاثرات کو اس سے اگلی حس میں منتقل کر دیتی ہے جسے حافظہ کہا جاتا ہے۔

**۴۔ حس حافظہ:** یہاں محسوسات کے مفہوم یعنی معنوی وجود کو اس طرح سے محفوظ کیا جاتا ہے جس طرح ان کی ظاہری شکل کو حس خیال میں محفوظ کیا گیا تھا۔

**۵۔ حس متصرفہ:** پانچوں اور آخری باطنی حس متصرفہ کہلاتی ہے جس کا کام یہ ہے کہ حس مشترک میں آنے والی ظاہری صورت کو قوت و اہمہ میں حاصل ہونے والے معنی سے اور حسن خیال میں محفوظ شکل و صورت کو قوت حافظہ میں محفوظ مفہوم کے

ساتھ ہو ڈیتی ہے۔ اس طرح انسان مختلف الفاظ سن کر ان کا مفہوم سمجھنے، مختلف رنگ دیکھ کر ان میں تمیز کرنے اور مختلف زانقے پچھے کر ان میں فرق معلوم کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ اس طرح یہ پانچوں حصے باہم مل کر ایک خاص نقطے تک پہنچتے ہیں جسے علم کہا جاتا ہے۔ یہاں اور اک علم میں بدل جاتا ہے۔ اگر یہاں حس مشترک موجود نہ ہو تو یہ پانچوں ہواں بے بس ہو کر رہ جائیں۔ اس طرح اگر ان میں حس وابہہ صحیح نہ ہو تو آپ سب کچھ دیکھیں گے لیکن جان کچھ نہ سکیں گے۔ آواز تو سنائی دے گی مگر اس کا مفہوم سمجھنے میں نہیں آسکے گا۔ چیز کو ہاتھوں سے چھوتا تو جا رہا ہو گا مگر نرم اور سخت چیزوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاسکے گا۔

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ہواں ظاہری علم تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ہواں باطنی کے محتاج ہیں۔ جب تک ہواں ظاہری کے مدرکات ان پانچوں ہواں باطنی سے گزر کر ایک صحیح نتیجے تک نہ پہنچیں اس وقت تک ہواں ظاہری کے ذریعے محسوس کئے جانے والے تمام مادی حقائق علم کی شکل اختیار نہیں کر سکتے۔ گویا ہواں ظاہری کسی شے کو محسوس تو کرتے ہیں، اسے معلوم نہیں کر سکتے۔

دوسری طرف عقل اور اس کے ہواں باطنی تمل طور پر ہواں ظاہری کے محتاج ہیں۔ اگر آنکھ دیکھنے سے، کان سننے سے، ٹاک سوٹنخنے سے اور زبان پچھنے سے محروم ہو تو تمام عقلی ہواں مل کر بھی کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے۔ لہذا جہاں ہواں عقل کے محتاج ہیں وہاں خود عقل بھی ہواں کی محتاج ہے۔

اگر کسی بچے کی پیدائش کے بعد ایسے مقام پر پرورش کی جانے جہاں کوئی آواز اس کے کان میں نہ پڑنے پائے تو ایسا بچہ پچاس سال کا ہو جانے کے باوجود نہ کچھ بول سکے گا اور نہ کچھ سمجھ سکے گا۔ وجہ فقط یہ ہے کہ ہم جو کچھ اپنی زبان سے بولتے ہیں یہ دراصل نتیجہ ہوتا ہے ان آوازوں کا جو کانوں نے سنیں اور جنہیں قتل نے حافظ میں محفوظ کر لبا۔ جب یہ شخص اپنے کان سے کچھ سن ہی نہیں سکا اور اس کی عقل الفاظ، حروف، جوں اور آوازوں کو محفوظ ہی نہ کر سکی تو جس طرح اس کا داماغ الفاظ کے معاملے میں سفید کاغذ کی طرح کو رہا اسی طرح اس شخص کو اپنی کیفیات حاجات اور

خواہشات کے بیان پر بھی قدرت حاصل نہ ہو سکی۔

اب یہ طے پائیا کہ انسانی عقل کی پرواز صرف وہیں تک ہوتی ہے جہاں تک ہے اس اپنا کام کرتے ہیں۔ چنانچہ جو حقیقت آپ کی باصرہ، سامنہ، لامس، ذائقہ اور شامدہ قوتوں کی دسترس سے باہر ہو، اس کا دراک، عقل بھی نہیں کر سکتی۔ حواس کے ذمہ مال کے بغیر عقل ایک غصہ معطل ہے اور عقل کے بغیر سارے کے سارے حواس عجٹ و بیکار ہیں۔ پس انسان کو جو ذراائع عطا کئے گئے ہیں، وہ ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ اس لئے حواس خمسہ اور عقل کی فعالیت کے باوجود انسانی زندگی کی حقیقت سے متعلق اُنہر سوالات تینہ طلب رہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ انسان کو کس نے پیدا کیا؟ انسان کی تخلیق کیسے ہوئی؟ آغاز کائنات کیسے ہوا اور اس کا اختتام کیسے اور کب ہو گا؟ اس کائنات سے اس کا تعلق کیا ہے؟ اس کائنات میں زندگی گزارنے کے لئے کون سے قانون کی پاسداری کی جائے؟ کون سی چیز اچھی ہے اور کون سی بُری؟ ظلم کیا اور انصاف کیا؟ مرنے کے بعد انسان کہاں جاتا ہے؟ آیا وہ ہیئتہ کے لئے ختم ہو جاتا ہے یا ایک نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے؟ اگر وہ ہیئتہ کے لئے فتح ہو جاتا ہے تو اس نظام زندگی کا مفہوم کیا ہوا اور اگر مرنے کے بعد نئی زندگی میں داخل ہوتا ہے تو اس کی کیفیت کیا ہے؟ مزید یہ کہ مرنے کے بعد اس سے کوئی جواب طلبی بھی ہو گی یا نہیں۔

یہ وہ بُنیادی سوالات ہیں جو انسانی ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ علی ہذا القیاس، اگر انسانی زندگی با مقصد ہے تو انسان کو ان سوالات کا تسلی بخش جواب چاہئے۔ جب یہ تمام سوالات انسانی عقل پر دستک دیتے ہیں تو انسان ان کے جواب کے لئے اپنی آنکھوں کی طرف رجوع کرتا ہے وہ جواب دیتی ہیں کہ ہم تو خود تیرے باعث معرض و بود میں آئی ہیں، ہم تیری تخلیق سے پہلے کا حال کیونکر جان سکتی ہیں۔ انسان اپنے کانوں سے پوچھتا ہے تو کان گویا ہوتے ہیں کہ ہمارا وجود خود تیری ہستی کا رہیں منت ہے، جو اشیاء ہمارے دائرہ اداراک سے ماوراء ہیں، ہم ان کا جواب کیسے دے سکتے ہیں۔ انسان اپنی قوت شامدہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ جواب دیتی ہے کہ یہ حقائق سو گھنٹے سے معلوم نہیں ہوتے، میں ان سوالات کا جواب کس طرح دوں۔ انسان اپنی قوت ذائقہ سے پوچھتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ ان ماورائی حقیقوں کو چکھا نہیں جا سکتا، میں بھی

بجور ہوں۔ پھر انسان اپنی قوت لامسے سوال کرتا ہے تو وہ جواب دیتی ہیں، میں ان اہم اس کو چھو نہیں سکتی، ان کی نسبت کیا ہتا ہوں۔ اغرض انسان نے جو اس خدے میں سے ہر ایک کے دروازے پر دنک دی، ان میں سے ہر ایک سے پوچھا کہ بتاؤ ہمارا خالق کون ہے؟ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ مجھے آنے کے بعد کہاں جانا ہے؟ اچھائی اور برائی کیا ہے؟ مگر انسانی جو اس انتہائی درماندگی کا انхиصار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حقائق کوئی آواز نہیں کہ ہم سن کر بتا سکیں، کوئی رنگ نہیں کہ دیکھ کر جواب دے سکیں، مادی اجسام نہیں کہ چھو کر فیصلہ صادر کر سکیں، اس طرح انسانی جو اس کی بے بسی اور عاجزی پوری طرح نمایاں ہو جاتی ہے اور جب یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ تمام حقائق جن سے انسان کی اخلاقی، روحانی اعتقادی و نظریاتی زندگی تشكیل پاتی ہے، پانچوں جو اس کی زد تے ماوراء ہیں تب انسان اپنی عقل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کا دامن جنگجو ڈکر لکتا ہے، اے میرے وجود کے لئے سرمایہ افتخار چیز میری زندگی کے بنیادی حقائق سے متعلق مجھے تمام جو اس نے مایوس کر دیا، اب تو ہی اس سلسلے میں میری راہنمائی کر مگر عقل بھی اپنی بے بسی کا انхиصار کرتے ہوئے کہتی ہے، اے انسان میں تو تیرے جو اس کی محنت ہوں جو چیز جو اس کے اور اک میں نہیں آ سکتی، اس کے متعلق میں کیسے فیصلہ صادر کر سکتی ہوں، اگر جو اس خاموش ہیں تو مجھے بھی بے بس و مجبور سمجھو۔

رب العزت نے انسان کو ذریعہ علم کے طور پر ایک اور باطنی سرچشہ عطا کیا ہے نئے وجد ان کہتے ہیں۔

### ۳۔ انسانی قلب کے اطائف

انسانی قلب کے بھی پانچ اطائف ہیں جن کو اطائف خدے کہتے ہیں۔

۱۔ اطیفہ قلب

۲۔ اطیفہ روح

۳۔ اطیفہ سر

۴۔ اطیفہ ذہنی

۵۔ اطیفہ انفی

ان طائف کے ذریعے انسان کے دل کی آنکھ بینا ہو جاتی ہے۔ حقائق سے پر اپنے اپنا شروع ہو جاتے ہیں، روح کے کام سننا شروع کر دیتے ہیں اور یوں انسانی قلب بعض ایسی حقیقوں کا ادراک کرنے لگتا ہے جو حواس و عقل کی زد میں نہیں آسکتے لیکن انسانی وجود ان کی پرواہ بھی طبیعی کائنات تک محدود ہے۔ امام غزالی ارشاد فرماتے ہیں:

اوْرَاءُ الْعُقْلِ طُوراً اخْرَى تَنْفَعْهُ فِيهِ  
عَنْ اخْرَى فَيَبْصُرُ بِهَا الْغَيْبُ وَمَا  
سِكْوَنٌ فِي الْمُسْتَقْبَلِ وَامْوَالًا اخْرَى  
الْعُقْلُ مَعْزُولٌ عَنْهَا  
(الْمُنْقَذُ مِنَ الضَّلَالِ: ۵۳)

اور عقل کے بعد ایک اور ذریعہ ہے جس میں باطنی آنکھ کھل جاتی ہے اس کے ذریعے یعنی حقائق اور مستقبل میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات کو دیکھا جاتا ہے اور ان دیگر امور کو بھی جن کے ادراک سے عقل قادر ہوتی ہے۔

لیکن وہ حقائق جو طبیعی کائنات کی وسعتوں سے ماوراء ہیں جو خدا کی ذات و صفات سے متعلق ہیں اور انسانی تخلیق اور اس کے مقصد تخلیق نیز اس کی موت اور ما بعد الموت سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے بارے میں حتیٰ اور قطعی علم نہ تو حواس دے سکتے ہیں، نہ عقل اور نہ ہی وجود ان، انسان نے یک بعد دیگرے تینوں ذرائع علم کے دروازوں پر دشک دی، ان میں سے ایک ایک کو پکارا اگر ہر ایک نے اسے مایوس کر دیا۔ کوئی بھی ذریعہ اس کے علم کو حتمیت اور قطعیت نہ دے سکا۔ اب انسان خدا کی ذات کو پکارتا ہے اور کہتا ہے کہ:

اے رب کائنات امیں خود اپنی ذات، اس کائنات اور تیری ذات کو یقینی طور پر گھسنا چاہتا ہوں مگر میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جو مجھے مطمئن کر سکے۔ اس لئے اس کائنات میں میرے لئے علم کا کوئی ایسا سرچشمہ پیدا کر دے، علم کا کوئی ایسا منع تخلیق کر دے، جو مجھے ان حقائق کے بارے میں حقیقی آگاہی بخش سکے۔ جہاں تمام حواس تاکام ہو جائیں، وہاں اسے پکارا جاسکے، جہاں انسانی عقل خیرہ ہو جائے وہاں اس سے مدد کی درخواست کی جاسکے، جہاں انسانی وجود بھی ہمارا دلوٹ آئے وہاں اس سرچشمہ علم سے نیضان کی بھیک مانگی جائے۔

## انسانی بے بسی اور علم نبوت کا فقدان

انسان جب پوری طرح اپنی علمی بے بسی اور فلکری کم مائیگی کا اعتراف کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے نہ آتی ہے۔ اے انسان! تو نے اپنے علم اور اپنے ذرائع کی بے بسی کا اعتراف کر لیا۔ ہم تجھے یہی سمجھانا چاہتے تھے کہ تو کیسیں اپنے حواس و عقل اور شف و وجد ان کی بدولت یہ تصور نہ کر بیٹھے کہ میرا علم درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ تیرا علم ابھی کائنات کی حقیقوتوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکا۔ اسی نے قرآن مجید میں روح کی حقیقت پر بحث کے دو ان میں ارشاد فرمایا گیا۔

**وَمَا أُوْتِتُمْ فِي النِّعْلَمِ إِلَّا قَلِيلًا**  
اور تمیں بہت ہی تحوزہ اعلم دیا گیا۔

(المساء، ۱۷: ۸۵)

تجھے جس سرچشہ علم کی تلاش تھی وہ ہم نے نظام نبوت و رسالت کی صورت میں اس کائنات میں قائم کر دیا ہے جا دروازہ نبوت پر دستک دے، اسی چوکھت سے رہنمائی طلب کر۔ علم نبوت کے فیضان سے یہ تمام حقیقیں بے نقاب ہو جائیں گی، چنانچہ علم نبوت اور ہدایت ربی نے بالآخر انسان پر وہ احسان کیا ہے کہ اس سے اس کے شعوری، علمی اور فلکری ارتقاء کا سفر اپنی منزل مقصود تک جا پہنچا، یہ سب کچھ رو بیت ایسے کا پر تو تھا جس نے انسانی کی بسانی نشوونما کے ساتھ ساتھ اس کی شعوری اور فلکری و علمی نشوونما کا بھی سامان میا کر دیا اور نہ وہ ہمیشہ ہمیشہ حقیقت مطلقہ سے لا علمی اور جہالت کا ڈکار رہتا، اسی رب کریم کی شان رو بیت نے اسے سنبھالا دیا اور اس کا فلک و شعور اپنے ساحل مراد تک پہنچنے کے قابل ہوا۔ اس آخری ہدایت کے بغیر انسان فلک و شعور

- ۱۔ حیثیت ۲۔ عقلیت اور ۳۔ تشکیل کے بھنوروں سے بدل کر بالآخر
- ۴۔ لا اادریت کے دامن میں اعتراف ناکای کر کے ستانے لگا تھا اور اس امر کا بر ملا اخوان کر رہا تھا کہ انسان حقیقت علیا (Ultimate Reality) کو نہیں جان سکت اور حسن مطلق (Absolute Reality) کی جلوہ ریزیوں سے شاد کام نہیں ہو سکتا کہ اسے یکاکی نہ انسانی دی "لَا تَقْنَطُوا إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ" (اللہ کی رحمت سے

مايوں نہ ہو) تمہاری جبکی، طبعی، حسی، عقلی اور قلبی وجدانی استعدادوں نے تمہیں جواب دیا ہے، رب نے تو نہیں دیا؟ آہم تجھ پر ہدایت کا ایک اور دروازہ کھولتے ہیں اور وہ ہے "درنبوت"۔ اس کی دلپیزیر سرتسلیم ختم کر، وحی الہی کے نور علم سے تجھے اس طرح منور کر دیا جائے گا کہ تیرے فکر و شعور کی ساری منزلیں قیامت تک اسی روشنی میں طے ہوتی رہیں گی۔ اس فیضانِ نبوت کے ذریعے تیری تمام ماپویساں بیشکے لئے ختم کر دی جائیں گی۔ پھر تیرا فکری اور شعوری ارتقاء اس علم بالوہی کی روشنی میں بیش صحیح سمت میں اس طرح جاری رہے گا کہ اس پر کبھی تعطل نہ آسکے گا۔



حصہ دوم

تخلیق کائنات



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## قرآن کے سائنسی مطالعہ کی حکمت

قرآن مجید باری تعالیٰ کی شان ربویت اور اس کی قدرتوں کے مشاہدے کے لئے دو عالموں کا ذکر کرتا ہے۔ عالم نفس اور عالم آفاق۔ عالم نفس کا ذکر ہم چند ضروری گوئوں کے حوالے سے پہلے کر چکے ہیں کہ کس طرح انسانی وجود کی داخلی کائنات میں نظام ربویت کے مظاہر جلوہ نما ہیں۔ اب ہم تخلیقِ ربیٰ کی تدریجی شانوں اور ربویت الیہ کے ظہور کے ارتقائی نظاروں کا جائزہ عالم آفاق یعنی اس خارجی کائنات (Physical World) کے حوالے سے لیتے ہیں کہ اس کی تخلیق و تکمیل کس طرح عمل میں آئی یہ سلسلہ کن کن مرحلہ اور مدارج سے گزرا اور موجودہ سائنس کیاں تک اس کی تصدیق کرتی ہے۔ یہاں ہم اس حقیقت کو دوبارہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ نہ تو ہم آیاتِ قرآنی کے معنی و مفہوم کو عصر حاضر کی سائنسی تحقیقات و اکتشافات کی مطابقت میں خلاف ہونے کو جائز سمجھتے ہیں اور نہ قرآن مجید کی ان سائنسی بصیرات و تشریحات کو جتنی قرار دیتے ہیں۔ اس لئے کہ سائنس خود ہمہ وقت معرض ارتقاء اور معرض تغیر میں ہے اس میں تتمیت و قطعیت (Finality) کا تناسب بنت کم ہے اس کے نظریات اور تحقیقات بدلتی رہتی ہیں۔ مگر قرآن مجید کے احکام و فرمودات جسمی اور ناقابل تغیر ہیں۔ دورِ جدید کے سائنسی علوم کے حوالے سے بعض مقاماتِ قرآنی کے جائزے کی ہمارے نزدیک دو وجود ہیں اور یہی ہمارے پیش نظر ہیں۔

۱۔ قرآن مجید ایک ایسا پرپشمہ علم ہے جو ہمہ پہلو اور ہمہ جنت ہے۔ شان جامیعت، اس کا ایک ایسا مسلمہ اعجاز ہے جو کسی اور الہامی کتاب کو اس انداز کے ساتھ نہیں مل سکا۔ اس لئے اسے سمجھنے، اس کے معارف و اسرار کو جاننے اور اس کے معانی و اشارات کو پانے کی کوشش بھی ہمہ پہلو اور ہمہ جنت ہونی چاہیں تاکہ قرآن مجید کی علمی عظمت و وسعت کو مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے سمجھا جاسکے۔ عصر حاضر میں چونکہ سائنس انسانی

علوم و فنون کا نقطہ کمال ہے اور باوجود تحقیقات و اکتشافات کے باب میں خطاء و صواب کے امکانات کے اس کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اس لئے اس علمی و فنی نقطہ نظر سے بھی جب قرآن مجید کے احکامات و ارشادات کا جائزہ لیا جاتا ہے تو تقویت ایمان کے ہزاروں نئے دروازے کھل جاتے ہیں اور آخر ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ کوشش بھی فہم قرآن کے ضمن میں تعقل و تفہیر اور تدبر فی القرآن کے احکامات ہی کی تعییل ہے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے عقائد و اعمال اور قلوب و احوال کی اصلاح کے ساتھ ساتھ عالم انسخ اور عالم آفاق سے متعلق کچھ بنیادی اور اصولی نوعیت کی ہدایات بھی عطا فرمائی ہیں جن میں کئی حیاتیاتی اور طبیعی حقائق بھی بیان کردیئے گئے ہیں۔ قرآن کا مقصد ان سائنسی اصولوں کو بیان کرتا ہے تھا اور نہ تھی اس غرض سے اس کا نزول ہوا۔ مگر بر سبیل تذکرہ ایسے متعدد حقائق بیان کردیئے گئے جن کی حقانیت و صداقت کو دور جدید کی سائنسی تحقیقات کے حوالے سے خوب پر کھا جاسکتا ہے یاد رہے کہ قرآن حکیم میں ان حقائق کا بیان ہونا محض ایک اتفاق ہی نہیں بلکہ ایسے ذکر کی حکمت و غایت یہی تھی کہ وہ انسانی و کائناتی حقائق جنہیں اس قدر ترقی یافتہ سائنسی دور سے پہلے جانا گویا انسانی استعداد کے لئے ناممکن تھا اگر قرآن نے نہیں صحت و قطعیت کے ساتھ جدید سائنسی دور سے صدیوں پہلے بیان کردیئے ہیں جنہیں تم آج بھی اچھی طرح جان پر کہ سکتے ہو تو پھر اس معروضی، تغییدی اور تجزیاتی شادت کے مل جانے کے بعد تمہیں قرآن کی بقیہ تعلیمات کو بھی قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہئے۔ اس اعتبار سے قرآن مجید کا سائنسی مطالعہ عصر حاضر کی نہ صرف علمی بلکہ ایمانی ضرورت بھی بن چکا ہے مگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ سائنس چونکہ خود ایک ظنی علم ہے اور اس میں تناسب امکان (Probability) خاصی زیادہ ہے اس لئے آیات قرآنی کی تمام سائنسی تعبیرات کو معنی قرآن کے حوالے سے بہش حقی و قطعی قرار نہیں دینا چاہئے بلکہ اس میں اختلاف نتائج اور اختلاف تعبیر کی گنجائش اسی طرح تسلیم کرتے رہنا

چاہئے جیسے دیگر فلسفیانہ، عقلی، منطقی، نحوی، ادبی، کلائی اور اشاری تغیرات و تعبیرات میں تسلیم کی جاتی ہے اور صاف ظاہر ہے کہ یہ اختلاف اور معنوی تنوع صرف تغیر میں ہو گا انص میں نہیں۔

## نظامِ ربوبیت اور کائنات کا طبیعی ارتقاء

### تخلیق کائنات کے چھ ادوار:

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جملہ کائنات کی تخلیق و تعبیر کا سلسلہ چھ ادوار میں سے گزرا ہے جنہیں چھ ادوار تخلیق (of Creation) کا نام جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۱۔ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ بِشک تمہارا رب الله ہے، جس نے السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ آسمان اور زمین (کائنات پست و بالا) کو چھ دنوں (ادوار) میں بنایا۔ (یونس، ۱۰: ۳)

۲۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے:  
اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ اللَّه ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور وَنَا بِهِنَّهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا۔ (السجدة، ۳: ۳۲)

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشادِ بنی ہے:

۳۔ سَبَعَ اللَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَظِيمُ اللَّه  
الله کی تبعیج کرتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اسی کے لئے آسمانوں اور زمین (یعنی یالائی اور ذریس کائنات) کی حکومت ہے۔ (سب اسی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے) وہی جلاتا اور شئی، علیم ہو۔ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ

**السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سَبَّةِ أَيَّامٍ** ۝ مارتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی  
 (الحمد ۲۷:۱-۵) (سب سے) پسل اور (سب سے) آخر اور  
 (قدرت کے اعتبار سے) ظاہر اور (ذات  
 کے اعتبار سے) پوشیدہ ہے اور وہ ہر  
 سب کچھ خوب جانتا ہے۔ وہی تو ہے  
 جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں  
 (قدرت بجا مختلف منازل اور ادوار میں پیدا  
 کیا)

ان آیات میں ہر مقام پر چھ ایام (ادوار) میں تخلیق کائنات کے ذکر کے بعد  
 ایک بات مزید ارشاد فرمائی گئی ہے جس کا بیان ہم ترتیب سے کرتے ہیں۔

**نُّمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ مُدَبِّرُ الْأَمْرِ** پھر وہ اپنے تخت قدرت پر جلوہ افروز ہوا  
 (یونس ۱۰:۳) (اور) وہ ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے (یعنی  
 کائنات کے پورے نظام کو اپنے حکم سے  
 منظم فرماتا ہے)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

**نُّمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ مُدَبِّرُ الْأَمْرِ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ** پھر وہ (اپنے) تخت حکومت و قدرت پر  
 جلوہ افروز ہوا۔ (اور) وہی آسمان سے  
 زمین تک (اپر سے نچے) ہر کام کی تدبیر  
 فرماتا ہے۔

سورہ الحمد کی بیان کردہ آیات کے بعد بھی اسی طرح ارشاد فرمایا گیا ہے۔

### تخلیق کائنات اور آٹھ قرآنی اصول

ان ارشادات قرآنی سے ہم درج ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔

۱۔ کائنات از خود معرغش وجود میں نہیں آئی اسے باری تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے یعنی  
 اس کی تخلیق اتفاقی (By Chance) نہیں بلکہ ایک خالق (Creator) کے

ارادے اور فعل خلق کا نتیجہ ہے۔

۲۔ کائنات کی تخلیق کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ زمین، بالائی اور وسطانی یعنی زمینی، آسمانی اور خلائی۔

### i- Earthly Creation

### ii- Heavenly Creation

### iii- Intermediary Creation

جیسا کہ سورہ السجدہ میں مذکور ہے ”خَلَقَ السَّمَاوَاتِ الْأَرْضَ وَمَا يَنْهَا“  
 (اس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تخلیق فرمایا) یہی مضمون سورۃ نمبر ۴۰:۶، ۵۹:۲۵، ۳۲:۳۲، ۳۸:۵۰، ۱۶:۲۱، ۳۳:۷ اور ۳۸:۲۸، ۲۷:۳، ۸۵:۱۵، ۱۳:۳۶ اور ۳۳:۸۵ میں بھی بیان ہوا ہے ارض و سما کے درمیان عالم خلق کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے دو جدید کی سائنسی تحقیقات کے مطابق (World) کی طرف توجہ کرنا اشد ضروری ہے جس میں Planetary systems اور Stars Galaxies شامل ہیں۔

۳۔ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی متعدد ہیں۔ اگر سات کا عدد آسمانوں (بالائی طبقات) کے لئے مخصوص تعداد اور کثرت (Plurality) کے معنی میں تصور کیا جائے تو زمین کی طرح کے اور طبقات اور سیارگان بھی متعدد معلوم ہوتے ہیں اور اگر سات کے عدد کو خاص اور معین تصور کیا جائے تو زمین سے بالکل ملتے جلتے سات طبقے یا سیارے ثابت ہوتے ہیں اس دوسرے مفہوم کے اعتبار سے سائنس کو ابھی تحقیق و اکتشافات کے مزید کرنی مرحلوں سے گزرنا پڑے گا کیونکہ قرآن مجید نے یہ اشارہ اس آیت کریمہ میں فرمادیا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَّبَنَ  
 الْأَرْضَ مِثْلَهُنَّ (السالق، ۶۵:۱۲) ان ہی کی طرح (سات) زمینیں پیدا کیں۔

اس امر کی تصریح حضرت ابو ہریرہ جیؓ سے مردی حدیث نبوی ﷺ سے

بھی ہوتی ہے جسے امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ (المدری، ۳۲۲: ۹)

۴۔ کائنات ارض و سماء کی تخلیق تدریجی عمل میں آئی۔

۵۔ کائنات کی تخلیق کا تدریجی عمل

(Evolutionary process of the creation)

چھ ایام (ادوار) پر مشتمل ہے۔

۶۔ کائنات ارض و سماء کے جملہ امور ایک باقاعدہ نظام کے تابع ہیں جو باری تعالیٰ کے حکم اور قدرت سے قائم اور روایں دوں ہے۔

۷۔ اس کی تدبیر (Divine Planning) کائنات کے پورے نظام کو ایک مقصد اور نظم کے تحت مربوط اور منظم کرتی ہے جس کے نتیجے میں جملہ امور اس طرح انجام پاتے ہیں کہ کوئی وجود اس ضابطہ قدرت سے انحراف نہیں کر سکتا۔

۸۔ کسی چیز کا زمین میں داخل ہونا اس میں سے خارج ہونا، نیچے سے اوپر جانا، اوپر سے نیچے اترنا، کسی کا باقی رہنا اور فتحم ہو جانا۔ الفرض یہ سب کچھ اسی کے قائم کردہ نظام اور اس کے جاری کردہ قوانین کے مطابق ہے۔

### چھ ایام سے کیا مراد ہے؟

ان تمام شانگ کو سامنے رکھتے ہوئے ہیں قرآن مجید ہی سے اس امر کو متعین کرنا ہے کہ کائنات ارض و سماء کی تدریجی تخلیق کے ضمن میں جن چھ ایام کا ذکر آیا ہے ان سے مراد کیا ہے۔ اگر یہ گمان کیا جائے کہ یہاں یوم سے مراد وہی دن ہے جو سورج کے طلوع و غروب کے ساتھ قائم ہے اور چھ ایام سے مراد ہفتہ سے جمع تک کے معروف دن ہیں تو یہ درست نہیں اس لئے کہ بات زمین اور آسمان اور ان کے مابین ساری کائنات کی تخلیق سے متعلق ہو رہی ہے جس میں سورج، چاند اور زمین وغیرہ کی اپنی تخلیق بھی شامل ہے صاف ظاہر ہے جب سورج، چاند اور زمین کی تخلیق خود عمل میں نہیں آئی تھی تو طلوع و غروب آفتاب کا نظام کہاں موجود تھا اور جب سورج کے طلوع و غروب کا نظام ابھی معرض عمل میں نہیں آیا تھا تو ہمارے حساب کے مطابق

معروف معنوں میں دنوں اور ہفتوں کی گنتی کا بھی کوئی تصور نہ تھا۔ بنابریں جب کائنات ارض و سما کے اس سلسلہ تخلیق کی مدت کو معروف معنی میں 24/24 گھنٹوں پر مشتمل پہنچ دنوں پر محول نہیں کیا جاسکتا۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ چھے ایام سے مراد کیا ہے؟ دو اب بالکل واضح ہے کہ یوم سے مراد ایک دور (Period/Era) ہے جو ایک غیر محدود طویل مدت (A Long span of time) پر مبنی ہے اور ست ایام سے مراد چھہ ادوار تخلیقی (Six periods of creation) ہیں۔

قرآن مجید نے بھی یوم کے لفظ کو مختلف طویل مدتوں کے بیان کے لئے استعمال کیا ہے ارشاد ایزدی ہے۔

وَهِيَ آمَانٌ مِّنَ السَّمَاوَاتِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَغْرِمُهُ الْيَوْمُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفُ سَنَةٍ بِشَاتِعَدُونَ (السجدة، ۳۲: ۵) اس کے امر کے تابع چلتا ہے (اپنے یہ اور جدوجہ) اس کے پاس پہنچ جائے گا ایک ایسے دن میں جو تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کا ہو گا۔

اس آیت کریمہ میں ہمارے نظام شمسی کے حساب کے مطابق ایک ہزار سال کی مدت کو ایک یوم سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح دوسرے مقام پر پچاس ہزار سال کی مدت کے لئے یوم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

تَغْرِيمُ الْمَلَكَةِ وَالرُّؤْمَ حِلْيَةٌ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةً اس کی طرف عروج کریں گے (اور یہ عذاب) اس دن ہو گا جس کا اندازہ (دنیا کے) پچاس ہزار (50000) سال کا ہے۔

ان آیات مبارکہ سے یہ امر طے پائیا کہ تخلیق ارض و سماء کے ذکر میں جن چھے ایام کا بیان آیا ہے ان سے مراد چو میں گھنٹوں کی مدت پر مشتمل ایام نہیں بلکہ خود قرآنی تصور یوم کے تحت غیر محدود طوالت پر مبنی مدت کا ایک دور (Period) ہے جو لاکھوں کروڑوں اربوں برس پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے کیونکہ قرآن مجید نے اس یوم کے

لئے کوئی خاص مدت مقرر نہیں فرمائی۔ جب ایک جگہ ہزار اور دوسری جگہ پچاس ہزار سال کو یوم قرار دیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اسی لفظ یوم کا اطلاق کمی لاکھ اور کروڑ برس پر بھی ہو سکتا ہے۔ بہر حال چھ ایام سے مراد تخلیق کائنات کے چھ ادوار (Sex periods of creation) ہیں۔

ہمارے اس موقف کی تائید مفرین میں سے امام ابوالعود العماری ۹۵۵ھ نے بھی کی ہے۔ سورہ یونس، ۱۰:۳ کے تحت لکھتے ہیں۔

فِي سَتْهَا يَامٍ - اَى فِي سَتْهَا وِقَاتٍ فَانَّ چَهْ دُنُوْنَ مِنْ - لِيْعْنِي چَهْ اَوْقَاتٍ وَادْوَارٍ مِنْ كِيْوَنَكَهْ وَهْ دُنْ جَوْ سُورَجَ كَهْ زَمِنْ پَرْ طَلُوعَ هُونَسَ سَعِيْدَ عَبَارَةَ عنْ زَمَانَ كَوْنَ الشَّمْسِ فَوْقَ الْأَرْضِ تَحْقِيقَ هِيْ مُمْكِنَ نَمِنْ كِيْوَنَكَهْ اَسَ وَقْتٍ زَمِنْ وَآسَانَ مُوجُودَهِيْ نَهْ تَحْقِيقَهْ - وَلَاسْمَاءَ (تَفْيِيرَابِيِّ الْعَوْدِ، ۱۱۸:۲)

safَ ظاہر ہے ایسی صورت میں یوم سے مراد کوئی مدت اور زمانہ ہی لیا جائے گا۔ امام راغب اصفہانیؒ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

الْيَوْمُ يَعْبُرُ بِهِ عَنْ وَقْتٍ طَلُوعِ يَوْمٍ سَعِيْدٍ مِنْ زَمَانٍ اَيْ مَدَةٍ كَانَتْ الشَّمْسُ إِلَى غَرْوَبِهَا وَقَدْ يَعْبُرُ بِهِ عَنْ مَدَةٍ مِنْ الزَّمَانِ اَيْ مَدَةٍ كَانَتْ مُشْتَلِّ مَدَتْ هِيْ خَوَاهُ وَهْ جَتْنِيْ بَھِيْ ہو۔ (المفردات: ۵۵۳)

علامہ آلویؒ سورہ یونس کی آیت میں "ست ایام" کے تحت فرماتے ہیں:

وَلَا يَمْكُنُ أَنْ يَرَادَ بِالْيَوْمِ الْيَوْمَ	یہاں یوم سے مراد معروف معنی میں دن
الْمَعْرُوفُ لَانَهُ كَمَا قَبْلَ عَبَارَةَ عنْ	نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ جیسا کہ کہا جاتا ہے
كَوْنَ الشَّمْسِ فَوْقَ الْأَرْضِ وَهُوَ مَا	زمین پر سورج کے طلوع ہونے سے
لَا يَتَصُورُ تَحْقِيقَهِ حِينَ لَأَرْضَ	عبارت ہے اور وہ ممکن ہی نہیں کیونکہ
وَلَاسْمَاءَ (رُوحُ الْمَعْلَى، ۱۱:۶۳)	اس وقت نہ زمین تھی نہ آسمان (اور نہ طلوع آفتاب کا کوئی تصور)

اس امر کی تصریح آلوی نے سورہ اعراف کے تحت بھی کی ہے۔ ملاحظہ ہو روج الماعنی جلد ۵ جز، ۱۳۲:۸ حضرت عبد اللہ بن عباس سے مردی اس قول کر ان ایام سے مراد ایام دنیا نہیں بلکہ ایام آخرت کی مدت ہے، سے بھی مذکورہ بالا تصور کی تائید ہوتی ہے۔

### تصور تخلیق کے عناصر اربعہ

قرآن مجید نے کائنات ارض و سماء کی تخلیق و ارتقاء کے باب میں چار بنیادی عناصر کو بیان کیا ہے جس کی تصدیق عصری سائنسی تحقیق نے بھی کر دی ہے۔ وہ عناصر درج ذیل ہیں۔

۱۔ تخلیق کائنات کا آغاز ابتداء ایک تخلیقی وحدت (Primary Single Mass) کا پایا جاتا ہے تو اور بعد ازاں اس کا تقسیم کیا جاتا۔

۲۔ ابتداء تخلیق میں خالی حالت (Gaseous State) کا پایا جاتا۔

۳۔ زمینی زندگی کا آغاز پانی سے ہوتا۔

۴۔ چہ او اور تخلیق میں زمینی زندگی کے ارتقاء کا چار ادوار پر مشتمل ہوتا۔

۵۔ تخلیق کائنات کا آغاز ایک تخلیقی وحدت سے ہوا (قرآن اور جدید سائنس)

تصور تخلیق کے عناصر اربعہ میں سے پلا عضر یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق کا آغاز ابتداء ایک تخلیقی وحدت Primary Single Mass سے ہوا۔ قرآن مجید کا عطا کردہ تصور یہ ہے کہ کائنات کے بالائی اور زیریں حصے (زمین و آسمان) سب کچھ ایک وحدت (Unique Mass) کی طرح باہم پیوست تھے یعنی ایک بلاک (Block) کی طرح تھے۔ بالآخر اسی تخلیقی وحدت کو پھوڑا گیا اور مختلف حصے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

ای طرح مادی کائنات کے مختلف حصے وجود میں آئے اور اس میں توسعہ ہوتی چلی ٹھی قرآن مجید اس سلسلے میں بیان کرتا ہے۔

أَوْلَمْ يَرَى الظَّفَرُونَ كَفُورًا أَنَّ السَّمَاوَاتِ  
كیا کافروں نے اس بات پر نظر نہیں کی  
وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَثْقًا فَفَتَّاهُمَا  
(یعنی خور نہیں کیا) کہ کائنات کے سماوی  
(الأنبیاء، ۳۰: ۲۱)  
بالائی اور ارضی زیریں طبقات ایک  
دوسرے کے ساتھ ایک وحدت کی طرح  
پیوست تھے پھر ہم نے ان کو جدا جد اکر  
 دیا۔

اس آیت کریمہ میں دو الفاظ قابل توجہ ہیں۔

### رتفق اور فتق

رفق کا معنی خصم التحام ہے یعنی ایک وحدت (Unit) بن جانا۔ اسے انگریزی  
زبان میں

"Fusing and binding together to make a homogenous  
whole"

کہتے ہیں۔

ای طرز فتق اس کا عکس ہے۔ اس کا معنی ہے الفصل بین المتصلین،  
جسے ہوئے وجودوں کو پھوڑ دینا اور انہیں علیحدہ علیحدہ کر دینا۔ اسے انگریزی میں

"Action of breaking diffusing and separating"

کہتے ہیں۔

قرآن مجید نے تخلیق کائنات کی نسبت اس اصولی تصور کو پودہ صدیاں (۳۰۰)  
سو سال اپلے بیان کر دیا تھا اور اہل فکر و انش کو اس تخلیق کے نظام (Process) میں  
خور و خوشن کرنے کی دعوت بھی دے دی گئی تھی جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

لَيَنْفَكِرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَرْضِ (آل عمران، ۱۹۱: ۳) کائنات سماوی وارضی کی تخلیق میں  
غور و فکر کرتے ہیں۔

مگر سائنسی تحقیق نے مدتیں کے بعد نیارخ آج قرآنی حقیقوں کی طرف موڑا  
ہے اور تصور تخلیق کائنات کے باب میں اسی نتیجے کی طرف بڑھ رہی ہے جسے قرآن

وادگان لفظوں میں بہت پلے بیان کر پکا ہے۔ جدید سائنس میں (Astronomy) اور (Modern Cosmology) کی تحقیقات نے Big Bang Theory کی شکل میں قرآنی بیان کی تصدیق کی ہے۔ اس کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ نیوٹن (Newton) نے ۱۶۸۷ء میں ایک ہمہ گیر کائناتی کشش کا تصور (Concept) کیا اور کائنات کی نسبت یہ نظریہ دیا کہ یہ ساکن (Sakun) اور غیر متغیر (Un-Changing) ہے۔ بعد ازاں آئن سائنس (Theory of Relativity) نے ۱۹۱۵ء میں نظریہ اضافت (Einstein) کیا۔ جس نے مادے، تو ایسی کشش، زمان اور مکان (Matter, Energy, Space and Time) کے درمیان باہمی اعلق کو واضح کیا اور نیوٹن کے دینے والے ساکن کائنات (Static Universe) کے تصور کو روکیا۔ علمیہ بھی تخلیق کائنات کی نسبت کوئی نیا تصور نہ دے سکا۔ حتیٰ کہ سائنسدانوں میں ایڈون ہببل (Edwin Hubble) نے ۱۹۲۳ء وہ پسا شخص تھا جس نے یہ سائنسی تحقیق پیش کی کہ کائنات غیر متغیر نہیں بلکہ مسلسل وسعت پذیر (Expanding) کو جنم دیا ہے۔ اس تحقیق نے نظریہ فتح (Big Bang Theory) کو جنم دیا ہے۔

حال ہی میں ۱۹۶۵ء میں آرنو پنزیچ (Arno penzias) اور رابرٹ ونسن (Robert Wilson) نے دو امریکی سائنسدانوں نے کائنات کی ابتداء ایک تخلیقی وحدت (وقت) سے ہوئی ہے Minute Cosmic Background Radiation کا نام دیا گیا ہے جو غیر معمولی تو ایسی (Energy) کا حامل ایک وجود تھا۔ وہ اچانک پہنچا تو اس فتح (Explosion) سے کائنات پست و بالا کے مختلف حصے معرض و وجود میں آگئے۔ اسی سے سب کمکثائیں جوز میں اور آسمانی طبقات پر مشتمل ہوتی ہیں، بنیں۔ درج ذیل چار بنیادی قوتوں (Four basic forces) جن سے اجرام کائنات کا باہمی تعامل عبارت ہے، بھی اسی عمل سے تخلیق ہوئیں۔

1- Gravity

2- Electromagnetism

3- Strong Nuclear Forces

4- Weak Nuclear Forces

نتیجہ کائنات کے زیریں اور بالائی حصے وجود میں آکر و معن پذیر ہونے لگے اور یہ تو یعنی مل تجزی سے

(Expanding Process at Enormous Speed)

اج تک باری ہے۔

## توسیع خلق کائنات اور قرآن

(Expanding of Universe and Qur'an)

سائنس نے آج تخلیق کائنات کے باب میں جس تو یعنی عمل (Expansion) کے جاری رہنے کا بیان کیا ہے۔ قرآن مجید اس کی صراحت بت پتا رہا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔

وَبَخْلُقْ مَا لَا تَقْدِمُ عَلَيْهِ  
اور وہ اس قدر تخلیق فرماتا رہتا ہے جس  
کا تمیس اندازہ نہیں۔ (النحل ۱۶:۱۶)

وَ سرَّتْ مَقَامَهُ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

بَرِزَتُهُ فِي الْعَلْقِ مَا يَشَاءُ  
اور وہ کائنات کی تخلیق میں اضافہ فرماتا  
رہتا ہے جس قدر وہ پسند فرمائے۔ (افاطر ۳۵:۳۵)

اسی طرح یہ حقیقت ہے کہ اس تو یعنی عمل کے ذریعے رب کائنات کے امر کرن کے نتیجے میں لمحہ بہ لمحہ کائناتیں اور مخلوقات معرض وجود میں آتی رہتی ہے جن میں کسی تو بھی صحیح خبر نہیں۔ اقبال "اسی فلسفہ تخلیق کو اپنے الفاظ میں یوں واضح کرتے ہیں۔

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید  
کہ آ رہی ہے دادم صدائے کن نیکون

## کانتار تقا۔۔۔ ففتقاہما

جدید سائنس نے حالت و ترق کے خاتمے اور قرآن مجید کے مطابق حق (Explosion) کے واقع ہونے کا عرصہ آن سے تقریباً پندرہ ارب سال قبل کا بیان لیا ہے۔ اس سے پہلے کی تفصیل کیا ہے؟ سائنس یہ بیان کرنے سے معدود ہے۔ یہ مقدمہ قرآنی اعلان کن فیکون سے ہی کھلتا ہے۔ البتہ جدید سائنس۔ کانتار تقا۔ کی تعریف میں یہ بتاتی ہے کہ کشش کی ایک غیر معمولی قوت تھی جس نے وجود کائنات کو ایک اکائی اور وحدت کی طرح باہم پیوست رکھا ہوا تھا۔ اسے (Single Unifying Force) کا نام دیا گیا ہے۔ اس میں اچانک تفریق و تقسیم ہو گئی جو ففتقاہما پر منع ہوئی۔ اس وقت عمل فتن کے فوراً بعد دنیا کے درجہ حرارت (Temperature) کی نسبت یہ اندازہ قائم کیا گیا ہے کہ یہ 100 ارب سنی گرینڈ یا 180 ارب فارن ہائیٹ سے زیادہ تھا اور اس کے صرف ایک منٹ کے بعد درجہ حرارت اگر کر 110 ارب سنی گرینڈ یا 18 ارب فارن ہائیٹ رہ گیا یاد رہے کہ اس وقت دنیا کا اوسط درجہ حرارت 45.4 فارن ہائیٹ / 270 سنی گرینڈ ہے جو ممکن حد تک کم سے کم سطح بنے مطلق صفر (Absolute Zero) کہتے ہیں سے صرف زیادہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عمل فتن سے کائنات میں اس قدر حرارت نے جنم لیا جس کا درجہ حرارت آن تک تدریجیاً کم ہوتا رہا ہے۔

## اصول تخلیق، خلقی وحدت کی تقسیم اور نور محمدی ﷺ

بس طرح ہم مادی اور طبیعی کائنات کی تخلیق میں دلتق اور فتن کے عمل میں ایک خلقی وحدت کی تقسیم اور تفریق کے نظام کو دیکھتے ہیں۔ اسی طرح یہ اصول ہمیں اس سے پہلے غیر مادی کائنات کی تخلیق اور اصل ابتداء خلق (Origin of Creation) میں بھی کار فرمان نظر آتا ہے۔ جب لوح و قلم، عرش و کرسی اور طالعہ وغیرہ کی تخلیق عمل میں آئی، تب بھی ان سب کو ایک ہی نورانی وحدت سے متزعی لیا جائی۔ اس نورانی وحدت کا نام نور محمدی ﷺ تھا۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ

انصاریؑ روایت سے ثابت ہے۔ انوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا:  
 یارِ رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ  
 آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب  
 اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز  
 پیدا کی۔ آپ نے فرمایا اے جابر! اللہ  
 تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا  
 نور اپنے نور سے (انہ بائیں معنی کہ نور  
 الہی اس کام کا مالک تھا) اپنے نور کے فیض  
 سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت ایسے  
 جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اسی رکرمانہ  
 اور اس وقت نہ اونتھی نہ قلم تھا، اور  
 نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھا اور نہ  
 فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین  
 تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور  
 نہ جن تھا اور نہ انسان تھا پھر جب اللہ  
 تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور  
 یعنی نورِ محمدی ﷺ کے چار حصے کئے۔  
 ایک حصے سے قلم پیدا کیا۔ دوسرے سے  
 وہن اور تیسرا سے عرش پھرپوچھے کے  
 چار حصے کئے۔ ایک سے حاملان عرش کو  
 پیدا کیا، دوسرے سے کرسی اور تیسرا  
 سے باقی فرشتہ پھرپوچھے کے چار حصے  
 کئے۔ ایک سے آسمان بنائے، دوسرے  
 سے زمینیں، تیسرا سے جنت و دوزخ  
 آگے طویل حدیث ہے۔

بَارَسُولُ اللَّهِ يَقْرَئُ بَيْعِيْهِ بَابِي اَنْتَ وَأَمِيْ  
 اخْبُرُنِيْ عن اُولِي شَيْءٍ خَلَقَ اللَّهُ  
 عَالَى فِيْلِ الاَشْيَاءِ نُورَ نَبِيْكَ مِنْ  
 نُورِهِ فَعَلَ ذَالِكَ النُّورُ بِدُورِ  
 بِالْغَدْرِ ۚ حِلَّتْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَمْ  
 يَكُنْ ذَالِكَ الْوَقْتُ لَوْحٌ وَلَا قَلْمَنْ  
 وَلَا جَنْهٌ وَلَا نَارٌ وَلَا مَلَكٌ وَلَا سَمَاءٌ  
 وَلَا أَرْضٌ وَلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَا جَنْ  
 وَلَا إِنْسَنٌ ۖ فَلَمَّا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَخْلُقَ  
 الْخَلْقَ قَسَمَ ذَالِكَ النُّورَ أَرْبَعَهُ  
 أَجْزَاءٍ لِخَلْقِ سِنِ الْعِزَّةِ الْأَوَّلُ الْقَلْمَنْ  
 سِنِ الثَّانِي الْلَّوْحُ وَ سِنِ الثَّالِثِ  
 الْعَرْشُ ثُمَّ قَسَمَ الْعِزَّةِ الرَّابِعُ أَرْبَعَهُ  
 أَجْزَاءٍ لِخَلْقِ سِنِ الْعِزَّةِ الْأَوَّلُ حَمْلَهُ  
 الْعَرْشُ وَ سِنِ الثَّانِي الْكَرْسِيُّ وَ سِنِ  
 الثَّالِثِ بَاقِيَ الْمَلَائِكَ ثُمَّ قَسَمَ الْعِزَّةِ  
 الرَّابِعُ أَرْبَعَهُ أَجْزَاءٍ لِخَلْقِ سِنِ الْأَوَّلِ  
 السَّمَوَاتُ وَ سِنِ الثَّانِي الْأَرْضَيْنِ وَ سِنِ  
 الثَّالِثِ الْجَنَّةُ وَ النَّارُ ... (الْحَدِيثُ)

۱- سعف عبد الرزاق بحواله قطلانی، ۱۹:۱  
 ۲- ترجمہ از مولانا اشرف علی تھانوی  
 نشر اطبیب: ۱۱۳

وہ غیرِ عمولی قوت جس نے کشش کے ذریعے وجود کائنات کو ایک وحدت کی طرح پیوست رکھا ہوا تھا حقیقت میں کیا تھی یہ تو ذات باری ہی بستر جانتی ہے جو ہر شے کی خالق ہے مگر حدیث مذکور کی روشنی میں اس کی ایک تعبیر یہ بھی سامنے آتی ہے کہ اسی نورانی وحدت یعنی نورِ محمدی ﷺ کا یہ ایک جزاً اثر یا پرتو تھا جس کی بعد ازاں عالم طبیعی کی تخلیق کے لئے تقسیم عمل میں آئی۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے جس کی تفصیل آپ نزول سورہ فاتحہ کے باب میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

نورِ محمدی ﷺ کا اس کائنات میں نورانی وحدت کے طور پر موجود ہونا بلکہ اسی تے فضائے کائنات کا معمور ہونا جس کا ذکر ہم آج تک احادیث نبوی اور ائمہ و اساناف کی کتب میں پڑھتے رہے ہیں۔ اب دور حاضر کی سائنسی تحقیقات بھی اسی حقیقت کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ سائنس نہ تو نورِ محمدی ﷺ کی حقیقت، علوم کریمیت ہے اور نہ اس کی ماہیت کا ادراک اس کے دائرہ تحقیق میں ہے۔ مگر وہ کچھ اس کی علومات و تحقیقات (Findings) میں آرہا ہے اس کی مست اسی حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے۔

۱۹۲۰ء میں George Gamow نے سائنسدان تھے۔

"Big Bang Evidence" کے ذریعے تحقیق کو یہاں تک پہنچایا ہے۔

"Right after the Big Bang, the Universe was so hot that thermonuclear reactions could occur throughout space. This would mean that the early Universe was filled with high-energy, shortwave photons (Particles of light)

P. 382 (Origin of the Universe)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائی کائنات بہت کثیر القوۃ نور کے ساتھ معمور تھی۔

یہ تحقیق اس امر کی تصریح کر رہی ہے کہ کائنات کا ابتدائی اور اولین دور فقط نور سے معمور تھا۔ ہم اس سائنسی بیان کا من و عن متذکرہ بالا حدیث نبوی کے مضمون پر اطلاق نہیں کر رہے۔ اس لئے کہ حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی بستر جانتا ہے۔ فقط یہ واضح کر رہے ہیں کہ سائنس ابتدا تخلیق میں کائنات کے اندر محض نور کے موجود ہونے کو تسلیم کر چکی ہے۔ اس کی ماہیت اور حقیقت کیا تھی؟ (اللہ و رسولہ اعلم) تاہم اس قدر تحقیق کا منہج شہود پر آنا اسلام اور احادیث نبوی کی حقانیت کی میں دلیل ہے۔

یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ نظامِ ربوبیت میں ہر سطح پر عمل تخلیق، خلقی وحدت کی تقسیم ہی کے نظام کے تحت وجود میں آیا ہے۔ کویا ہر جگہ ایک ہی اصول تخلیق کا فرمابے۔ یہی اس کی توجہ کی معروضی اور مشاہداتی دلیل ہے۔ رحم مادر میں انسانی تخلیق کا عمل بھی اسی اصول کے تابع ہوتا ہے جس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

كَأَيْهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنْتُمْ رَبُّكُمُ الَّذِي  
خَلَقَكُمْ مِّنْ نُفُسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا  
زُوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا بِرْ جَالًا كَثِيرًا  
وَنِسَاءٌ  
کَأَنَّهُمْ أَنْجَلُوا مِنْ حَلَقٍ  
(آل عمران، ۱۱: ۳۲)

### قرآنی صداقت کی ایک اور ایمان افراد ز تائید

### سائنسی تحقیق اور ثبوت قیامت

ہمارا قرآن مجید نے طبیعی کائنات کی تخلیق کی نسبت چند اہم حقائق بیان کئے ہیں؛ باں اس کے اختتام کی بعض خصوصی علامات کا بھی ذکر کیا ہے جن کی تائید و تصدیق ممکن طور پر جدید سائنس کے ذریعے ہو رہی ہے ہم پہلے جدید سائنس کی تحقیقات و اکتشافات کا خلاصہ درج کرتے ہیں تاکہ اصل تصور واضح ہو جائے۔ یہ امر اہن نہیں رہتے کہ دور حاضر کے سائنس دانوں کی رائے میں اس مادی اور طبیعی کائنات کا آغاز اجرام ارضی و سماوی کی تخلیق و تقسیم کے جس (Physical Universe)

میں سے ہوا وہ آج سے تقریباً پندرہ ارب برس پلے رونما ہوا اور اس کا اختتام اس وقت سے تقریباً اسی (۸۰) ارب برس بعد (یعنی آج سے پہنچنے ارب سال بعد) ہو گا۔ یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ سائنس آغاز عالم کو "Explosion" کے ذریعے تسلیم کرتی ہے اور خاتمه "Collision" کے ذریعے اس تحقیق کی تکمیل ملاحظہ ہو۔

## BEGINNING WITH A BANG

Most astronomers now believe that the universe started with a gigantic explosion—the Big Bang—about 15 billion years ago (in any case, between 13 and 20 billion year ago). According to the theory, a “Minute cosmic egg” of immeasurable energy exploded, Matter, gravity, and electromagnetism were created in the unimaginable blast, galaxies formed, and the universe began to expand at enormous speed, as it is still doing today.

Two other concepts have been proposed to explain the birth of the universe: the Oscillating Universe and the Steady State.

### Oscillating Universe

The big Bang idea is taken a step further by the Oscillating Universe theory. The present expansion, it says, will be followed by a contraction, brought on by the force of gravity. The outward-speeding galaxies will slow and stop, like balls tossed straight up in the air, then fall back toward the center. Finally, they will collide, triggering a new Big Bang; the cycle is repeated about once every 80 billion years.

Most scientists believe that the universe will continue to expand, but that at a certain point, matter will collapse into huge black holes. Hydrogen and helium, which today constitute most of the universe, will be used up in thermonuclear fire of stars, about  $10^{12}$  years from now. No new stars will be born, and the universe will consist of dead stars, meteoroids, rocks, and other cosmic debris.

## Beyond the ultimate black holes

Eventually, after trillions of years have passed, two stars within a galaxy will collide with enough energy to kick one of the stars out of the galaxy. The other stars remaining in the galaxy will fall into a lower energy orbit closer to the center of the galaxy. Then, owing to the emission of gravitational radiation, these stars will fall into the galaxy's center, coalescing into one huge black hole.

When the universe is  $10^{27}$  years old, it will consist of huge black holes surrounded by dead stars. After more time, entire galaxies will spiral toward each other and collapse into supergalactic black holes. Eventually, after about  $10^{106}$  years, these black holes will evaporate in burst of particles and radiation equal to the explosion of a billion 1-megaton H-bombs.

(Book of Facts Reader's Digest, 1987) "Facts about the Universe"

حکیق کائنات کے بعد اس کی مسلسل توسع و ارتقاء اور بالآخر اس کے انجام لے بارے میں موجودہ سائنسی تحقیق "Oscillating Universe Theory" کی شکل میں سانے آئی ہے جو درج ذیل امور واضح کرتی ہے۔

۱۔ دسعت پذیر کائنات بالآخر سکڑنا شروع ہو گی۔ کمباٹنیس (Galaxies) مزید پھیلنے کی بجائے اپنے مرکز کی طرف سکڑنے لگیں گی حتیٰ کہ ایک دوسرے سے نکرا جائیں گی۔

۲۔ یہ نکراو "Collision" ایک بڑے دھاکے پر منجھ ہو گا۔ یہ بھی پہلے کی طرح ایک "Big Bang" ہو گا جس کا عرصہ اس وقت سے تقریباً ۱۶۵ ارب سال بعد کا بیان کیا گیا ہے۔ (والله ورسولہ اعلم)

۳۔ سادی طبقات سکڑ جائیں گے۔ ان کا مارہ دفع "Collapse" ہو جائے گا۔ ان کی اشش ثقل اتنی بڑھ جائے گی کہ ایک دوسرے کو کھینچ لیں گے اور اس طرح یہ ایک دوسرے سے نکرانے لگیں گے اور یہ سب بے نور ہو جائیں گے۔ جنہیں

### Huge Black Holes کما گیا ہے۔

۴۔ کمکشاوں کے ستارے آپس میں نکرا کر ایک دوسرے کو کمکشاوں سے باہر گردادیں گے۔ حتیٰ کہ اسی عمل کے نتیجے میں کمکشاں میں بھی آپس میں پکڑانے لگیں گی اور بالآخر نکرا کر پاش پاش ہو جائیں گی۔

۵۔ ستاروں میں ہائیڈروجن (Hydrogen) اور ہیلیم (Helium) جن سے روشنی ہوتی ہے۔ خرچ ہو کر ختم ہو جائیں گی اور یہ سب بے نور ہو جائیں گے۔

۶۔ بعد ازاں یہ "Huge Black Holes" (اسکڑے ہوئے سیاہ مادے) بھارات کی طرح زرات بن کر (ریزہ ریزہ ہو کر) منتشر ہو جائیں گے۔

### مذکورہ سائنسی حقائق قرآن و حدیث کی روشنی میں

اس امر میں تو شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ قرآن و حدیث کا بیان موجودہ سائنسی تحقیق سے چودہ صدیاں پہلے ہمارے پاس آپکا ہے۔ اب ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سائنسی تحقیق جوں جوں حد بلوغ کو پہنچے گی توں توں قرآن و حدیث اور اسلام کے حقائق کا انکار ہر ذی علم کے لئے عملاً ناممکن بنتا جائے گا کیونکہ اختام عالم کے حوالے سے قرآن یہی کچھ اپنے انداز میں پہلے بیان کر چکا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ **كَلَّا إِذَا دُكِّتِ الْأَرْضُ دَكَّادَكًا** ہاں ہاں، جب زمین نکرا کر پاش پاش کر دی جائے گی۔ (النجم، ۲۱: ۸۹)

یہ "Collision" اور "Big Bang" کا بیان ہے۔

۱۔ **إِذَا السَّمَاءُ اُنْسَقَتُ ۝ وَأَذْنَتُ** جب آسمان شق ہو جائے گا (یعنی پھٹ جائے گا) اور وہ اپنے رب کا حکم بجا لائے گا اور اسے سزاوار بھی یہی ہے۔ (الأشواق، ۲۱: ۸۳)

۲۔ **إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَ ۝ وَإِذَا** جب آسمان یعنی سب سماوی طبقات پھٹ جائیں گے اور جب ستارے جھڑ کر گر جائیں گے۔ (الأنفطار، ۲۱: ۸۲)

یہ کمکشاں، ستاروں اور سیاروں کے باہم نکرا جانے اور "Collapse"

"ہو کر" میں بدل جانے اور ستاروں کے کمکشاوں سے باہر گر جانے کا بیان ہے۔

۴- إِذَا الشَّمْسُ كُوَّرَتْ وَإِذَا النَّجُومُ<sup>م</sup> جب سورج پھیٹ دیا جائے گا اور جب اُنکدرت (الثکور، ۸۱: ۲-۱) تارے (ابے نور ہو کر) جھپڑیں گے۔

اس میں سورج چاند اور ستاروں کی روشنی کے ختم ہو جانے اور ان کے نکرا کر کر پڑنے کا بیان ہے۔

۵- فَإِذَا النَّجُومُ طُسِّتْ وَإِذَا السَّمَاءُ<sup>م</sup> پس جب ستارے بے نور ہو جائیں گے اور جب آسمان پھٹ جائے گا (اور اس

میں جھروکے سے نظر آنے لگیں گے) (المسلات، ۷۷: ۹-۸)

اور جب پہاڑ (ریزہ ریزہ ہو کر) ازتے پھریں گے۔

ان امور کی تصریح حضرت ابو ہریرہؓ سے مردی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الشمس والقمر مکوران یوم القیامہ قیامت کے دن سورج اور چاند بے نور (صحیح البخاری، ۱: ۳۵۳) ہو کر آپس میں نکرا جائیں گے۔

شارصین حدیث نے مکوران کے مختلف معانی بیان کئے ہیں۔

بعمعان وبلفان کما بلف العمامة (حاشیہ صحیح البخاری، ۱: ۳۵۳) ادونوں آپس میں مل جائیں گے اور ایک دوسرے پر اس طرح چڑھ جائیں گے جیسے عمame کے بل اسے انگریزی میں

Overlapping اور Colliding

کہتے ہیں۔

ذاهبا الضوء والمراد ان السموات ان کی روشنی ختم ہو جائے گی محض سورج اور چاند تی نہیں بلکہ جملہ سمادی طبقات یعنی سب کمکشاوں آپس میں مل جائیں گی یعنی نکرا جائیں گی۔

حاشیہ نمبر ۵: سکوران بوسه القيادہ والمراد ان السموات والارض بعجمان  
وبلفان کما یلف العمادہ (صحیح البخاری، ۳۵۳: ۱)

۶۔ اسی طرح حضرت مقدار سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:  
نَدْنِي الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَادَةِ مِنَ الْخَلْقِ قیامت کے دن سورج مخلوق (زمین) کے  
حتیٰ تکون منہم کمقدار بیل اس قدر قریب آجائے گا کہ درمیان  
میں فقط ایک میل کا فاصلہ رہ جائے گا۔ (صحیح المسلم، ۳۸۲: ۲)  
(مشکوٰۃ المعانی: ۳۸۳)

یہ تکرا جانے سے پہلے کی حالت کا بیان ہے۔ اسی قرآن مجید میں ارشاد فرمایا  
لیا۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ كَمِنْ خَيْرُ الْأَرْضِ اس دن یہ زمین (باقی نہ رہے گی اور)  
وَالسَّمَاوَاتُ اور دوسری زمین (یعنی میدان حشر) سے  
بَدَلْ دی جائے گی۔ اور (تمام) آسمان  
بھی بدل دیئے جائیں گے یعنی اس حال  
میں باقی نہ رہیں گے۔

تبدل الارض سے مراد اس دنیا کا اپنی موجودہ صورت میں باقی نہ رہنا ہے  
جیسا کہ پہچھے اس کے۔ تکرا کر پاش پاش ہو جانے کا بیان آیا ہے۔ حضرت عائشہ سے  
مروی ورن ذیل حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔

۸۔ سالت رسول اللہ ﷺ عن میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس  
قولہ عزوجل یوں تبدل الارض غیر  
الارض والسموات فابن یکون  
الناس یومنہ بار رسول اللہ فقال على  
الصراط (صحیح المسلم، ۳۷۱: ۲)  
(مشکوٰۃ المعانی: ۳۸۲)

اسی طرح امام طیسی اور ملا علی قاری کے مطابق محدثین نے تبدل السموات

(آسمانوں کا بدل دیا جانا کا معنی سورج، چاند اور ستاروں وغیرہ کا منتشر ہو جانا اور پھر جانا مراد لیا ہے، جیسا کہ پہلے واضح ہو چکا ہے۔ اس کا ذکر اس "Theory" کے آخری حصے میں ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۹۔ وَالسَّمَاوَاتِ بَطُوْتٌ بِيَمِّنِهِ  
 (قیامت کے دن) تمام آسمان (سماء) طبقات کا نہ کی طرح الپیٹ دینے جائیں گے (اور وہ سب) اس کے دست قدرت و اختیار میں ہوں گے۔

یہاں سب بالائی کائنات، ستاروں اور سیاروں وغیرہ کے Collapse ہو جائے اور باہم تکرا جانے کا ذکر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

۱۰۔ بَطْوَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَ السَّمَاوَاتِ  
 بِوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ مِنْ يَدِهِ الْيَمَنِيِّ  
 ثُمَّ يَقُولُ إِنَّا الْمَلِكَ إِنَّ الْعَبَارَوْنَ  
 إِنَّ الْمُتَكَبِّرُونَ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرْضَينَ  
 بِشَمَالِهِ ثُمَّ يَقُولُ إِنَّا الْمَلِكَ إِنَّ  
 الْعَبَارَوْنَ إِنَّ الْمُتَكَبِّرُونَ  
 صَحِحُ الْمُسْلِمُ، ۲: ۱۳۷۰  
 (مشکوٰۃ امساہ، ۳۸۲)

قام کے دن اللہ تعالیٰ سب آسمانی طبقات کو ..... سمیٹ کر ختم کر دے گا۔ پھر انہیں دائیں ہاتھ میں لے کر یعنی تمام بالائی کائنات کو اپنے دست اختیار میں لے کر فرمائے گا۔ میں (ہر شے پر طاقت اور قدرت رکھنے والا ہوں) آج جابر اور ملکرلوگ کہاں ہیں (جو اپنی نام نہاد حکومت پر گھمنڈ کرتے تھے) پھر تمام زمینوں کو یعنی زیریں کائنات کے تمام اجرام کو سمیٹ کر ختم کر دے گا اور انہیں بائیں ہاتھ میں لے کر اسی طرح ارشاد فرمائے گا۔ میں بادشاہ ہوں، آج جابر اور ملکرلوگ کہاں ہیں۔

ان احادیث میں دائیں اور بائیں ہاتھوں میں لے کر سمیٹ دینے کا ذکر

استعارہ ہے۔ اصل معصود اسی تصور کو واضح کرنا ہے کہ اس طرح باری تعالیٰ نے نظام قدرت کے تحت زمین و آسمان سورج، چاند، ستارے، کہکشاں میں بلکہ سب زیریں اور بالائی کائنات میں آپس میں خلا کر ثُتم ہو جائیں گی۔

یہاں ایک اور بات قابل توجہ ہے کہ جس طرح سائنس نے اختتم دنیا پر پہلے کی طرح نکلا او (Collision) اور دھماکے (Big Bang) کا ذکر کرتے ہوئے اس عرصہ حیات کو ایک دور (Cycle) قرار دیا ہے اور بالآخر پہلی سی حالت کے لوث آنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کا بیان ملاحظہ ہو۔ قرآن کا اعلان یہ ہے

۱۔ قیامت کے قریب پھر، خالی حالت (Gaseous State) اوث آئے گی۔

۱۱۔ فَإِذْ نَفَثْتُ بَؤْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ پس اس دن کا انتظار کیجئے جس دن <sup>جُبِينٌ</sup> (الدخان، ۳۳: ۱۰) سارا آسمان ظاہر اور ہوئیں Smoke کا روپ دھارے گا۔

یہاں سماوی طبقات کے نوث پھوٹ کر پھر اسی دخالی حالت (State) سے بدل جانے کا ذکر ہے۔ جس سے سارا ماحول بھر جائے گا۔ اسے حدیث نبوی میں علامات قیامت کے طور پر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حدیفہ بن اسید غفاری حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

۱۲۔ انها لَنْ تَقُومُ حَتَّى تَرَوْا فِيلَهَا قیامت اس وقت تک واقع نہیں ہو گی عشر ایات لذکر الدخان ..... جب تک اس سے پہلے تم دس نشانیاں نہ و طلوع الشمس من مغربها و طلوع الشمس من مغربها (مشکوٰۃ المصاعد: ۲۷۲) اکیجھے اور حضور ﷺ نے (شرق سے مغرب تک محیط) دھوئیں کا ذکر فرمایا۔۔۔ (اور آگے) سورج کے الٹی سمت سے (مغرب سے) طلوع ہونے کا بھی ذکر کیا۔

حدیث مبارک میں بھی آیا ہے۔

بِمِلَادِ سَابِنِ الْمَشْرُقِ وَالْمَغْرِبِ اسی دھوئیں سے مشرق و مغرب تمام اطراف عالم بھر جائیں گے اور مسلسل بسکٹ اربعین یو ماویلہ

دن رات قائم رہتے گا۔

بہر حال اس بات کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہو سکتی کہ تمام اجرام ارضی  
و سماءی نہرا جائیں گے تو اس دھماکے سے آگ اور دھوکہ میں وغیرہ کا پیدا ہونا امرِ البدی  
ہے۔ اس لئے اسی حدیث میں واخرا ذالک نار (اور اسی لی آخري عالمت آگ ہو  
نیں) کا بیان بھی ہے۔ جدید سائنس بھی آگ اور دھوکہ میں کی اس کیفیت کے پیدا ہونے کا  
امداد ف کر پچھلی ہے۔ مزید یہ کہ سورج اپنی سمت (مغرب) سے طلوع ہونے کا معنی بھی

یہی ہے کہ وہ اشش (Gravitation) جو ان اجرام کو اپنے اپنے مستقر اور مدار پر  
مقرر سمت میں کردا ہے پذیر رکھتی ہے جب اس میں کمی بیشی واقع ہو جائے گی تو ان کی  
 حرکت میں سب متضاد اور متصادم ہو جائیں گی اور اسی کے نتیجے میں بالآخر سب کچھ  
نہیں میں تلاز ارپاش پاش ہو جائے گا۔

یہ بیان قیامت ہے جو اس مادی کائنات کے اختتام کی صورت ہے۔ جسے جدید  
سائنس نے اپنے انداز میں من و عن تسلیم کر لیا ہے اور اس کی قرآن و حدیث میں  
ذکور مامتوں کی تبیہ بھی پیش کر دی ہے۔

### ابتدائے تخلیق میں دخانی حالت کا پایا جانا

عالم طبعی کی تخلیق اور ارتقاء کے باب میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن  
مجید نے سماءی طبقات کی تخلیق کے وقت دخانی حالت (Gaseous State) کے  
پائے جانے کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

نَّمَّ اسْتَوْى إِلَى السَّمَاءِ وَهُنَّ دُخَانٌ<sup>۱۱:۳۱</sup> پھر وہ آسمان یعنی کائنات کے بالائی  
طبقات کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں

(Cloud of Hot Gases)

تھا۔

### آسمان کی حقیقت

السماء کا لفظ سما ی اسمو سے ہے۔ جس کے معنی بلندی کے ہے۔ لفظ عرب  
میں ہے "سماء کل شی اعلاہ" (ہر چیز کے اوپر جو کچھ ہے) وہ اس چیز کا نام ہے۔ لہذا

کرہ ارض کے اوپر جس قدر کائنات موجود ہے وہ عالم سموات ہے۔

وَأَنْزَلَ بِنَ السَّمَاءِ مَاءً (البقرہ، ۲۲:۲) اور اس نے آسمان سے (یعنی کرہ ارض کی بالائی فضا سے) ابارش بر سائی۔

بنابریں زمین کے اوپر کا طبقہ کائنات عالم طبیعی کی آخری حد تک عالم ساء کہلاتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں استوی کا لفظ استعمال ہوا ہے جو قابل توجہ ہے۔ استوی میں سیدھا کھڑے ہونے کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے تسویہ کے معنی کسی کچی کو برابر کرنے، ہموار بنانے اور اسے اعتدال و توازن کے ساتھ قائم کر دینے کے ہیں۔ شب استوی کے ساتھ الی بطور صدھ آتا ہے تو اس کے معنی توجہ اور ارادہ کرنے کے ہو جاتے ہیں۔ یہاں تخلیق کائنات کے اوائل دور کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

قرآن مجید سے آسمان کی حقیقت و ماهیت کے بارے میں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ یہ کوئی ایسا نہ ہو اور جامد جسم نہیں جس کے آر پار جانا ممکن نہ ہو۔ جیسا کہ قدیم فلاسفہ کا ذیل تھا اور ہمارے بعض علماء نے بھی یہی تصور کر لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

نُمَّ اسْتَوْى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ فَقَضَيْنَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي بَوْمَنِ دھواں تھا۔ ..... پھر ان اوپر کے طبقات کو دو دو ار میں مکمل سات آسمان بنادیا اور ہر آسمان میں اسی سے متعلق احکام بھیجے اور ہم نے سب سے نچلے آسمان کو ستاروں سے آراستہ کیا۔

مذکورہ بالا آیت اور اس کے سیاق و سبق سے درج ذیل چند نئے امور سامنے آتے ہیں جنہیں ہم نے پہلی بحث میں بیان نہیں کیا۔

(۱) باری تعالیٰ نے عالم ارضی کو عالم ساء سے پہلے تخلیق کیا۔ زمین کا آسمانی طبقات سے پہلے تخلیق کیا جانا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس " سے بھی مردی ہے۔

قالَ إِنَّ الْأَرْضَ خَلَقَتْ قَبْلَ السَّمَاءِ انہوں نے کہا کہ زمین کی تخلیق آسمان سے پہلے کی گئی۔ (صحیح بخاری)

بُعض علماء کا خیال ہے کہ آسمان زمین سے پہلے تخلیق ہوا۔ جیسا کہ ابن جریر نے حضرت قیادہ سے یہ خیال نقل کیا۔ یہ علماء کہتے ہیں کہ مجرد آسمان یعنی عالم بالا کی تخلیق پہلے ہو کنی تھی۔ مگر اس کی طبقاتی تقسیم اور استوارہ زمین کے بعد وجود میں آیا۔ لب اے ائمہ متقدمین و متأخرین میں سے اکثریت کا خیال یہی ہے کہ زمین کی تخلیق پہلے ہوئی اور آسمان کی باقاعدہ صورت گردی بعد میں وجود میں آئی۔

یہاں یہ امر پیش نظر رہے کہ اس جگہ ہماری ساری بحث عالم طبیعی "Physical Universe" اور اسی کی تخلیق سے ہے جہاں تک عرش وکری، اون، قلم یا، لیگر ما بعد الطیبی عوالم کا تعلق ہے۔ ان کی تخلیق تو بلاشک و شبہ بہت پسلے ہو چکی تھی۔ ان کے زمان تخلیق کا اتصور بھی چشم خیال کے لئے ناممکن ہے۔

## ٢١) حامٌ کا ابتداء دھواں - A Cloud of Hot Gases

(۳) پس اقتدار انہی میں ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ جس سے انہنے والے آپی بخارات Celestial smoked Clouds کی تمام بالائی اور زمینی مخلوقات کا آغاز پانی سے ہوا۔ اس امر کی تائید اس آیت قرآنی سے ہوتی ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ  
فِي سَتَةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَزِيزًا عَلَى النَّعَمَاءِ  
أُولَئِكَ هُنَّ الْمُفْلِحُونَ (١٧) (سُورَةُ الْجَاثِيَةِ)

یعنی تخت اقتدار کے نیچے پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس پانی سے باری تعالیٰ نے دخان Celestial Smoke کی صورت میں دھواں اٹھایا اور اس سے عالم سماوی تشکیل دیا۔ سدیؑ نے ابوالمالک، ابو صالح، ابن عباس، ابن سعود اور متعدد دیگر صحابہ سے یہ روایت کیا ہے۔

فلمما اراد ان يخلق الخلق اخراج من السماء دخانا فارتفع فوق الماء فسما عليه نسماء سماء  
 (ابن کثیر، ۱: ۲۸)

اس امر کی مزید تصریح ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے۔

**ذالک الدخان من تنفس العاء حين تخلق آسمان کے سلسلے میں آیا ہے اپنی کے بخارات سے بنا تھا جب یہ دھوکہ (Hot Gases) اور انحصار (Hot Gases) آسمان بنادیا گیا۔**

۲۔ اس عالم سما، کو سات محکم طبقات میں تقسیم کیا گیا جیسا کہ ارشادِ الہی ہے۔  
**اللَّهُ خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طَبَاقًا جس نے طبق در طبق سات آسمان تخلیق کئے۔ (الملک ۶۷:۳)**

اس کی تفصیل ہم پہلے بیان کرچکے ہیں سات کا عدد خاص بھی ہو سکتا ہے اور اس سے مراد خض عددی لکھتے بھی ہو سکتی ہے۔

۳۔ تمام ستارے اور سیارے مثلاً چاند، سورج اور دیگر اجرام فلکی جو عام افلاک میں چراغوں کی مانند چمک رہے ہیں، پہلے طبقہ آسمانی میں موجود ہیں۔ ان کا مدار آسمان دنیا ہی کے پیچے ہے۔ کوئی ستارہ یا سیارہ پہلے آسمان سے اوپر نہیں۔ یہ تمام سیارگان فلکی باری تعالیٰ کے حکم اور اس کی تدبیر کے مطابق محو کر دش ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

**وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنَّجْوُومُ مُسْخَرَاتٌ** اور سورج چاند اور ستارے سب اسی کے حکم کے تابع چل رہے ہیں۔

اسی طرح ارشاد ہے۔

**كُلُّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ**  
 ہر ایک اپنے اپنے مدار میں گردش پذیر ہے۔

(الانجیاء ۲۱: ۳۳)

۴۔ زمین و آسمان پر مشتمل کائنات کی صد و اس نو میت کی نہیں ہیں کہ ان کو چھوانہ جا سکے یا ان کے آر پار آنا جانا ناممکن ہو۔ قرآن و حدیث تے یہ امر ہرگز ثابت نہیں کہ انہیں آسمانوں کے پار نہیں جا سکتا بلکہ اس کا امکان عقلی و شرعی ذود قرآن سے یوں

ثابت ہے۔

نَعَسَرَ الْعِنْ وَالْأَنْسِ إِنِ اسْتَطُعْتُمْ  
أَنْ تَنْفِدُوا إِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَرْضِ فَانْفَدُوا . لَا تَنْفِدُونَ إِلَّا  
بِسُلْطَانٍ (الرَّجَانٌ ۵۵: ۳۳)

ایے جن و انسان کے کروہ اگر تم میں  
اس قدر طاقت ہو کہ آسمانوں اور زمین  
کے کناروں سے بکل جاؤ تو بیشک بکل  
جاوے۔ جہاں بھی بکل کر جاؤ گے اسی کی  
سلطنت و حکومت ہو گی۔

اسی آیتِ نبی موسیٰ کے مفہوم کا ایک مفاد یہ تجھنا ہے کہ انسان، زمین و آسمان  
کے کناروں سے باہر بکل سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ حکمرانی کی حدود سے نہیں بکل سکتا۔

### ساننس تخلیق سمادی کے باب میں بھی قرآن کی تصدیق کرتی ہے

جدید سائنس نے ابتدائے تخلیق میں دخانی حالت (Gaseous State) کے موجود ہونے کو تسلیم کیا ہے نہ "Primary Nebula" کے تصور کے طور پر پیش کیا ہے۔ جدید سائنسی تحقیق نے Cosmic Blast off کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

The fan -shapped ORION NEBULA, which glows in Orion's sword (inset), 1600 light years away from the EARTH, consists of a cloud of hot gases and dust spread out over at least 30 light years of space.

### Origions of the Universe

Reader's Digest (U.S.A 1987, Book of facts P. 382

اغرض اس سے بڑا قرآنی مجرہ اور لیا ہو سکتا ہے کہ ابتدائے کائنات میں زمین سے اوپر کی فضاء میں سولہ سو نوری سالوں کی مسافت پر اس دخانی حالت (کاپایا جانا آج ثابت ہو چکا ہے جس کا بیان قرآن Cloud of Hot Gases)

مجید نے پودہ سو سان پلے کر دیا تھا اور جس کی تصریح احادیث نبوی میں بھی کردی گئی تھی۔

### (۳) زمینی زندگی کا آغاز پانی سے ہونا

اس عنصر تخلیق کی وضاحت بھی قرآن نے کر دی ہے۔ جس میں اس امر کی صادت ہے کہ زندگی کا آغاز پانی سے ہوا ہے بلکہ زیریں اور بالائی کائنات کی تخلیق کے وقت بھی ہر سوپانی تی پانی تھا۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ  
فِي سَيَّةٍ أَهَمٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ  
(بود، ۲:۷)

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ ادوار میں بنایا اور (اس سے قبل) اس کا تخت اقتدار (Authority)

پانی پر تھا۔ یعنی زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے (عامِ ما دی) میں صرف اپانی تھا۔

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر پانی کا جملہ مظاہر حیات پر مقدم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایک اور مquam پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَجَعَلْنَا بَنَ الْمَاءِ كُلَّ شَعْرٍ حَيًّا أَفَلَا  
بُؤْسُنَوْنَ (الأنبياء، ۲۱:۳۰)

اور ہم نے ہر مظہر حیات کی تخلیق کا آغاز پانی سے کیا۔ کیا وہ (اس حقیقت سے آگاہ ہو کر) بھی ایمان نہیں لاتے؟

اس آیت قرآنی نے بہت بڑی سائنسی حقیقت (Scientific fact) کو بیان کیا ہے جس کی تائید دورِ جدید کی سائنس نے آن کر دی ہے۔

بسیار کہ ہم پسے عنصر کے ضمن میں بیان کر کر چکے ہیں کہ تخلیقِ ارضی (of the life) کا اور میانی زمانہ جو Azoic era کہا تا ہے۔ جسے قرآن مجید نے دو سین (Two periods) سے تعبیر کیا ہے اور جو زمانہ قبل ظمور حیات ہے۔ یہ پانی (Water) اور پہاڑوں (Mountains and Rocks) کا زمانہ ہے صاف

ظاہر ہے کہ پہاڑوں کا وجود تو زمین کے معرض وجود میں آنے کے بعد ہوا مگر پانی اس وقت سے تھا بہب زمین و آسمان پر مشتمل طبیعی کائنات کی تقسیم بھی عمل میں نہیں آئی تھی۔

جب زمین پر زندگی کا آغاز ہوا، جو اربد ایام (Four Eras) کے ابتداء کا دور ہے تو اس کے ابتدائی زمانے میں بھی زندگی کے آثار اور مظاہر ڈٹکلی (Land) پر نظر نہیں آتے بلکہ صرف پانی (Seas) میں نظر آتے ہیں جدید سائنسی تحقیق نے اس قرآنی امر کو ثابت کر دیا ہے کہ اس دور کے پہلے زمانے (Precambrian) میں زندگی کے جملہ مظاہر و آثار ڈٹکلی پانی میں ہی تھے۔ ان کا کوئی وجود ڈٹکلی (Land) پر نہ تھا۔ بلکہ دوسرا زمانہ (Palaeozoic Era) سے تغیر کیا گیا ہے ایں بھی ابتداء زندگی فقط پانی تک محدود تھی ڈٹکلی پر نہ تھی۔

جدید سائنسی تحقیق سے پہلے چلتا ہے کہ اس دور میں Cambrian اور Ordovician کے دونوں عرصوں میں آبی زندگی (Life in sea) ہے۔ ڈٹکلی کی زندگی (Life of land) کا کوئی سراغ نہیں ملتا لہذا یہ بات سائنسی تحقیق سے بھی پایا جائیں گے کہ قرآن مجید کا اعلان کہ ہم نے زندگی کے جملہ مظاہر کا آغاز پانی سے کیا ہے۔ ڈٹکلی پر زندگی کا آغاز Selurian period میں ہوا۔ سب سے پہلے پودے (Plants) جو ڈٹکلی پر معرض وجود میں آئے۔

### جس کا نام First Tracheophytes یا Vascular Plants

"Pseudo-sporochnus" اور "Hynia, Asteroxylon, Phynia"

ہے یہ بغیر پتوں کے تھے اور یہ بھی سمندروں کے کناروں پر اسکے۔ یعنی زندگی کی پہلی علامات جو ڈٹکلی پر ظہور پذیر ہوئیں وہ بھی پانی سے تھی وجود میں آئیں بلکہ اس وقت تک پانی (Seas) میں زندگی پودوں، کیڑوں، لاروں، مجھلیوں اور دیگر چھوٹے پتوں کے جانوروں کی شکل میں کئی ارتقائی منازں طے کر چکی تھیں۔ پھر اس سے اگلے

ہوتے Devonian Period میں زمین کے خلک حصوں پر بزرہ نظر آنے لگا۔ اسی وقت میں درخت مرنس وجود میں آئے اور اسی آخری حصے میں خشکی پر بھی بغیر پروں کے کیزے کھوڑے کھوڑے Wingless Insects (Spiders) اور دیگر پیغمونے چھوڑے جانور ظہور پذیر ہوئے۔

اس تاریخ سے اس امر کی مکمل تصدیق ہو جاتی ہے کہ زمینی زندگی کا آغاز پانی سے ہوا۔ کی وجہ ہے کہ ابتداء سے اب تک زمین (Earth) کا غالب حصہ پانی پر ہی مشتمل ہے۔ اجدید تحقیق کے مطابق زمین کا کل ۲۹ فیصد حصہ خشکی پر مشتمل ہے اور باقی دو تہائی سے بھی زیادہ حصہ پانی ہے اقرآن سورہ الانبیاء میں اس وقت اس حقیقت کا اعلان کر رہے ہیں کہ کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لئے سوال کر رہا ہے۔

أَفَلَا يُؤْتُونَ  
(الأنبياء، ۲۱: ۲۹)  
کیا لوگ قرآن کی صداقت و حقانیت کی  
ایسی حرمت انگیز علامتیں دیکھ کر بھی  
ایمان نہیں لائیں گے۔

یہ وہ چیلنج ہے جس کا عالم کفر تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے مگر یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک مسلمان علماء و مفسرین خود سائنسی علوم اور تحقیقات سے آگئی محاصل نہ لریں۔ دور جدید کے ان سائنسی حقائق اور اکاشرافات کو پڑھے کجھے بغیر قرآن مجید کی مظہر و حقانیت کے ایسے ہی ہزاروں کو شے ہیں جو ہماری نظروں سے او جصل پر سے ہیں۔

### چھ ادوار تخلیق کے دو مرحلے

قرآن مجید کے ثئیق مطالعہ سے یہ حقیقت منہہ شود پر آتی ہے کہ عمل تخلیق کے چھ ادوار بنیادی طور پر دو مرحلوں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔

۱۔ مرحلہ ما قبل ظہور حیات

Period Before The Appearance of life

۲۔ مرحلہ ما بعد ظہور حیات

### Period After The Appearance of life

پہلا مرحلہ وہ ہے جس میں طبیعی کائنات (Physical World) کی فقط تخلیق عمل میں تھی۔ مگر اس میں زمین پر زندگی کا آغاز اور ظہور نہ ہوا۔ یہ کائنات ارضی میں ظہور زندگی سے پہلے کا مرحلہ ہے۔

دوسرा مرحلہ وہ ہے جس میں زمین پر زندگی کا آغاز ہوا۔ یہ کائنات ارضی میں ظہور زندگی کے بعد کا مرحلہ ہے۔

تخلیق کے کل چھ ادوار کی قرآنی تقسیم یہ ہے کہ دو ادوار (Two Eras) پر مشتمل پہلا مرحلہ ہے اور چار ادوار (Four Eras) پر مشتمل دوسرا مرحلہ، جدید تخلیق کے مطابق سانسہ انوں کا خیال ہے کہ زمین کو میرخ و جد میں آئے ہوئے مجموعی طور پر ۴.۶ بیلین سال (4.6 Billion Years) ہو چکے ہیں (یہ تقریباً چار ارب سانچھے روز سال کا عرصہ بنتا ہے) حقیقت جاں خالق کائنات کو تی معلوم ہے۔ انسانی علم، تخلیق کی مشیت اندازے سے بڑھ کر نہیں ہے۔ قرآن مجید اس مسئلے پر اس طرح روشنی ذاتا تے۔

**فَقَضَيْنَا سَمَعَ سَمَوَاتِ فِي هَوَّمِينِ**  
**وَأَوْحَيْنَا فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَنْوُهَا**  
**(بالائی طبقات کائنات) بنا دیئے اور (پھر)**  
**ہر آسمان (بالائی طبقہ) کے احکام اس میں**  
**بھیجیں۔**

(یعنی جس سماوی طبقے کے لئے جو قوانین اور نصوبات اس نے مناسب سمجھے مرتب کئے اور جس کو چاہا اسے وہاں بسایا۔ اب وہی بستر جانتا ہے کہ ان میں کیا کیا مخلوق آباد ہے) اس آیت کریمہ سے درج ذیل نتائج مانوں ہوتے ہیں۔

ا۔ جملہ سموات (سماوی طبقات کائنات) کی تخلیق دو ادوار (ہو میں) میں ہوئی۔

ب۔ ہر سماوی طبقہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت و حکمت سے جدا جدا قوانین اور نصوبات مرتب فرمائے اور انہی سے ہر آسمان اور بالائی طبقے کا نظام تشكیل پذیر ہوا۔

ن۔ ہر سماوی طبقے میں بعد ازاں اس نے اپنی حکمت و مشیت سے جیسی مخلوق کو چاہا بسادیا جس کی تحقیقت اور تفصیل اسی کو معلوم ہے انسان آنے اپنی خالائی تحقیقات کے ذریعے اپنی حقائق کو دریافت کرنے میں مصروف نظر آتا ہے۔

۲۔ ہملا۔ سماوی طبقات کی طرح زمین کی تخلیق بھی اپنی دو ادوار (بوسین) کے اندر ہوئی۔ یہ ظہور زندگی سے پہلے کا وہی مرحلہ ہے جس کا ذکر اور تخلیق سماوی کے ضمن میں ہو چکا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

**فُلْ أَنْتُكُمْ لِتَكْفُرُونَ بِاللَّذِي خَلَقَ** آپ (ان سے) پوچھئے کیا تم لوگ اس **الْأَرْضَ فِي نَوْتَنِ وَتَعْجَلُونَ لَهُ** ذات کے منکر ہو جس نے دو دنوں آنڈا دادا ذالک رَبُّ الْعَالَمِينَ (ادوار) میں زمین کو پیدا فرمایا۔ اور تم اس کے ساتھ (دوسروں کو) ہمسر نہ سراتے ہو؟ وہی تمام کائنات کا پروردگار ہے۔

اس آیت کریمہ سے پہلے کی مانند درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

ا۔ زمین کی تخلیق بھی سماوی طبقات کے ساتھ اپنی دو ادوار (بوسین) میں ہوئی۔

ب۔ یہ نظام تخلیق بھی تنارب کائنات کے نظام خلائق و ربوبیت کا آئینہ دار ہے جس میں اور کوئی طاقت شریک نہیں۔

جیسا کہ پہلے واضح کیا گیا ہے کہ یہ دو ادوار (Two Eras) زمین کی تخلیق کے اس مرحلے سے متعلق ہیں جو اس پر زندگی کے ظہور سے پہلے (Before Appearance of life) کا ہے۔

جدید سائنس نے قرآن مجید کی بیان کردہ اس حقیقت کی تائید کرتے ہوئے Table Geologic Time کی رو سے اس مرحلے کو Azoic era کہتے ہیں۔ اس وقت کو سائنس دان تین ہزار لمین سال (3000 Million years) پر مشتمل

قرار ہیتے ہیں۔ یہ مدت تقریباً تین ارب سال بنتی ہے بھر حال اس عرصے کی بابت حتماً کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ یہ امر طے شدہ ہے کہ اس کی تخلیق اس ارشادِ ربانی سے عمل میں آئی۔

اَذَا اَرَادَ شَيْئاً اَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ  
اَتَيْسِين، ۳۶: ۸۲

جب وہ کسی شے کی تخلیق کا ارادہ فرماتا  
ہے تو اسے ہو جانے کا حکم دیتا ہے پس وہ  
ہو جاتی / ہونے لگتی ہے۔

پنانچے امر اتنی سے معرض وجود میں آجائے کے بعد ابتداء زمین ایک طویل عرصہ تک اسی قابل نہ تھی کہ اس میں زندگی کا آغاز ہو سکے۔ جب اذن اتنی سے اسے اس قابل بنادیا گیا تو اس کے نئے عرصہ حیات کا آغاز ہوا۔ یہ مرحلہ ظہور حیات ہے۔

مرحله ما بعد ظهور حیات

### Period after the appearance of life

بیات ارشی کا دوسرا مرحلہ چار ادوار میں منقسم ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

وَجَعَلَ فِيهَا رَوَابِسَيْ بَنْ فُوقَهَا  
وَلَوْكَ فِيهَا وَقَدَرَ فِيهَا أَقْوَانَهَا فِي  
أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ (تم السجدة، ۳۱: ۱۰)

اور اس نے زمین میں اوپر سے بھاری پہاڑ نصب کئے اور اس کے اندر بڑی برکت رکھی (بقا اور نشوونما کی بڑی قویں رکھے دیں) اور اس میں بنتے والی مخلوقات کے لئے سامان معيشت و نشوونما مقرر کیا (یہ سب کچھ اس نے چار ادوار میں کیا)

یہ بات اہل اسلام کے لئے یقیناً قوتِ ایمانی کا باعث ہے کہ زمینی زندگی کے ان چار ادوار کے قرآنی بیان کی آج دو رجدید کی سائنس نے مکمل تائید و تصدیق کر دی ہے۔ جدید سائنس نے بھی زمین پر ظہور حیات کے بعد تخلیق و ارتقاء کے چار ادوار (Four Eras) بیان کئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1. Proterozoic Era (Precambrian)
2. Palaeozoic Era (Ancient Life)
3. Mesozoic Era (Middle Life)
4. Cainozoic Era (Modern Life)

### یوم الثالث Proterozoic Era - I

یہ دور قدیم کا دور ہے۔ اس میں زمینی زندگی چار ابتدائی ٹکڑے کی شکل میں نمودار ہوئی۔

- 1- First Life Cells
- 2- Monera
- 3- protista
- 4- Metazoa

### یوم الرابع Palaeozoic Era (۲)

یہ دور قدیم کی زندگی (Ancient life) کا دور ہے یہ دور مزید درج ذیل حصوں (Periods) میں تقسیم کیا گیا ہے۔

- i- Cambrian
- ii- Ordovician
- iii- Silurian
- v- Carboniferous
- iv- Devonian
- vi- Permian

### یوم الخامس Mesozoic Era (۳)

یہ زندگی کا وسطانی دور ہے۔ یہ میں اس کے درج ذیل تین حصے (Periods) ہیں۔

- i- Triassic
- ii- Jurassic
- iii- Cretaceous

### یوم السادس Cainozoic Era (۴)

یہ زندگی کا جدید دور ہے۔ یہ میں اس کے درج ذیل سانسہ انوں کے زدیک اس دور کے آغاز کو تقریباً ساڑھے سات کروڑ سال

(7,50,00,000) گزر چکے ہیں۔ (واللہ اعلم باصواب) اس کی تقسیم مزید درج ذیل حصوں (Periods) میں کی گئی ہے۔

- i- Paleocene    ii- Eocene    iii- Oligocene
- iv- Miocene    v- Pliocene    vi- Pleistocene
- vii- Holocene

### یوم السادس کے انسان کی شان امتیاز

اس آخری حصے (Period) کو جس میں ہم رہ رہے ہیں سائنسی اصطلاح کے مطابق "Age of Mammals and Birds" (جانوروں اور پرندوں کا زمانہ) کہتے ہیں۔

ڈارون کے نظریہ ارتقاء (Darwin's Theory of evolution) جس سے ہم ہرگز متفق نہیں ہیں، کے مطابق چونکہ انسان کا تعلق بھی بعض دیگر جانوروں (Animals) کی طرح Mammals کے گردپ سے ہے اور یہ نظریہ انسان کو ایک الگ خلق (Separate Creation) کے بجائے بعض دوسرے جانوروں (Apes) کی ارتقاء میںکل گرداتا ہے جس کی تفصیل کے مطابق انسان کا تعلق درج ذیل انواع، اجناس اور اقسام سے ہے۔

1. Phylum ..... Chordata
2. Sub Phylum ..... Vertebrata
3. Class ..... Mammalia
4. Order ---- Primate
5. Superfamily ---- Hominoid
6. Family .... Hominid
7. Genus ..... Homo

### 8. Species ..... Homo Sapiens

اس لئے اس دور کو فقط "Age of Mammals and Birds"

قرار دیا گیا ہے اور انسان کا الگ سے ذکر نہیں کیا گیا۔ مگر یہاں یہ بات زہن نشین رہے کہ قرآن مجید نے انسان کو خلق آخر (A Distinguished Creation)

قرار دیا ہے اور پھر اسے شان "احسن تقویم" (The Best Make)

نوازتا ہے۔ اس لئے ہم اس دور کو فقط جانوروں اور پرندوں کا دور کہنے کے بجائے

تہیب تخلیق کے اعتبار سے

of Animals, Birds and Humans

age (جانوروں اور پرندوں اور انسانوں کا دور کہیں گے جس سے یہ واضح ہو کہ کہہ

ارض پر ظہورِ حیات کے بعد مختلف ادوار میں جس قدر مخلوقات معرض وجود میں آتی

ہیں۔ انسان (Man) ان سب میں سے آخری، اعلیٰ اور اکمل

(Last Superior and perfect)

ہے چونکہ ان تینوں مخلوقات۔ جانوروں (Animals)

پرندوں (Birds) اور انسانوں (Humans) کی تخلیق کا زمانہ ایک ہی ہے جو

کا دور آخر ہے اس لئے قرآن مجید نے سائنس کے مفروضے سے

مختلف مکر زیادہ جامع اور اکمل بات کی ہے اور اسے

قرار دیا ہے Age of animals Birds and Humans

اور تینوں کا ذکر بیک وقت ان الفاظ میں کیا ہے۔

وَنَا بِنْ دَاهِةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٌ اور زمین پر چلنے والے جانور

بَطْرُرْ بَعَنَاحِنْرُ الْأَنْمَمْ أَنْخَالُكُمْ

اڑنے والے پرندے (Birds) ہر ایک

(الانعام، ۲: ۳۸)

تمہارے ہی جیسی یعنی انسانوں

Humans کی طرح الگ مخلوق

ہے۔ (Group)

وغیرہ کی اصطلاحات اور ان کی جزوی تفصیلات میں

(Mammals) میں

پرے بغیر یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ زمینی زندگی کے پوتھے در (Fourth era) تک ساننس نے ہو تحقیق اصولی طور پر آن پیش کرتا ہے، قرآن مجید اس صدیوں پہلے بالکل صراحت (Clarity) کے ساتھ بیان کر رکھا ہے۔

### ایک سائنسی مغالطہ اور اس کا ازالہ

لیمارک (Mendel) مالٹھس (Lamarck) مینڈل (Darwin) اور ویلسن (Wilson) ان غرض جس قدر سائنساءوں نے بھی تاحال نظریہ ارتقاء کو لیمارکزم (Lamarckism) یا نیو ڈاروونزم (New Darwinism) وغیرہ کی صورت میں پیش کیا ہے۔ سب کی بنیاد بعض مماثتوں (Similarities) کے وجود پر ہے جو ان کے نزدیک بعض جانوروں اور انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان کی نوعیت بالعوم درج ذیل ہے۔

1. Biological Similarities
2. Anatomical Similarities
3. Biochemical similarities
4. Genetic similarities

وہ اپنی مماثتوں کی بنا پر انسان کو بعض جانوروں کی ارتقائی صورت قرار دیتے ہیں۔ ہم یہاں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ بعض مماثتوں کی حد تک ان کا مشاہدہ (Observation) تو درست ہے۔ مگر ان سے اخذ کیا جانے والا نتیجہ (Conclusion) غلط ہے۔ قرآن مجید نے خود مماثتوں کو صراحتاً بیان کیا ہے۔

ذکورہ بالا آیت کے یہ الفاظ توجہ کے لئے دوبارہ لکھے جا رہے ہیں۔

وَمَا بِنْ دَاهِيٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَابِرٌ  
بَطِيرٌ بِعَنَاحٍ إِلَّا أَنَّمَّ أَنْتُمْ كُمْ  
(الإِنْعَامٌ، ۶: ۳۸)

ایک تمارے تین جیسیں (تم سے کافی اختلافات نہیں ممکن) الگ مخلوق ہے۔

یہاں امثالکم (تم سے مثال) (Similar) کے الفاظ نہایت غور طلب ہیں۔

ممااثلت (Similarity) کئی اعتبارات سے ہے، قرآن مجید نے اس کی نوعیت کو خاص نہیں کیا۔ گویا مختلف قسم کی ممااثلتیں جو Mammalia میں اور انسانوں یا بعض دیگر جانوروں میں تلاش کی گئی ہیں۔ ان سے قرآنی حقیقت و صداقت آشکار ہو جاتی ہے، مگر ان کی بناء پر جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے نہ درست ہے اور نہ سائنسدان اسے آج تک حتماً ثابت کر سکے ہیں، بلکہ انہیں خود اپنے نظریے میں تسلسل قائم کرنے کے لئے درمیان کی بہت تحریکوں کے نہ یعنی کا گھلا اعتراف ہے، جسے وہ "Missing Links" کا نام دیتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے دیگر اختلافی وجود کی بناء پر اس نظریے کی اس قدر مختلف اور متناقض تعبیرات و تشریحات کی گئی ہیں اور دور جدید کی سائنس اب کسی متفقہ تعبیر یا نظریے کی تلاش میں سرگردان ہے، جسے وہ "A Unified Theory" کا نام دے سکے۔

ہم یہ حقیقت واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ سائنسی تحقیق کا جو پبلوقرآنی بیان کے مطابق ہو گا سائنس اس منزل پر پہنچنے میں آسانی سے کامیاب ہو جائے گی اور جو تحقیق سرے سے قرآنی بیان کی صحت کے ہی مخالف ہو گی، اس میں ہمیشہ اسی طرح انتشار و افراط اور ابہام والتباس قائم رہے گا اور کوئی حقیقی اور متفقہ نتیجہ بھی حاصل نہ ہو سکے گا۔

### ربوبیت خود ایک نظام بھی ہے اور آئینہ دار وحدت بھی

ہم دیکھتے ہیں کہ "الحمد لله رب العالمين" میں حمد و تعریف کی حقیقت کو ذات باری سے مختص کر کے اس کی شان الوبیت و نمایاں کیا گیا ہے اور رب العالمین کے ذریعے نظام ربوبیت کے بیان کو باری تعالیٰ کی الوبیت پر دلیل بنایا گیا ہے۔ ربوبیت کا الوبیت کی دلیل ہونا صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اگر نظام ربوبیت کے اندر ہر جگہ نظام وحدت کا فرمابو۔ کائنات میں ربوبیت الہیہ کے نظام کو جس حوالے سے بھی دیکھا جائے، ہر جہت اور ہر پہلو سے صرف وحدت اور وحدانیت کی شان اجاگر ہو۔ پس اس کے لئے دو شرائط کا پایا جانا لازم ہے۔

۱۔ ربوبیت کی کارفرمائی ایک با قاعدہ نظام کے طور پر ہو۔

۲۔ ہر جہت سے نظام ربوبیت فقط اصول وحدت پر دلالت کرے۔ اس کے نظام میں کہیں

بھی اضافہ اور تناقض نہ ہو۔

قرآن مجید دونوں اوصاف کی تصریح کرتا ہے۔

### ا۔ ربوبیت ایک باقاعدہ نظام ہے

پہلے اصول کی صراحت قرآن مجید میں اس طرح ملتی ہے کہ بار بار یہ واضح کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی اور اس کے نفسی و آفاتی لوازمات میں سے جو کچھ بھی دیا ہے مقرر نظام اور مقداروں کے مطابق دیا ہے تا کہ یہ ساری نعمتیں اور بخششیں ایک نظام ہن اگر کائنات میں ظہور پذیر ہوں۔ بے نظمی اور بے تربیتی کا تصور نہ اجھرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنْ مَنْ شَاءَ إِلَّا عَنَّدَنَا خَرَّاجُنَّهُ وَمَا نَزَّلْنَا إِلَّا بِقَدْرٍ مَعْلُومٍ (آل جمیر، ۲۱:۱۵)

ہم (اسے بے تربیتی اور بے نظمی سے

نہیں آتا رہتے بلکہ) جو کچھ بھی (دنیا میں) آتا رہتے ہیں، مقررہ مقدار کے مطابق (نظم سے) آتا رہتے ہیں۔

اسی طرح ارشاد فرمایا گیا:

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَنَا بِمَقْدَارٍ (آل عمران، ۸:۱۳)

اور اس کی بارگاہ (علم و عطا) میں ہر چیز کا ایک اندازہ (اور نظم) مقرر ہے۔

مزید فرمایا گیا:

إِنَّ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقُنَا بِقَدْرٍ (آل عمران، ۵۹:۵۶)

ہم نے (کائنات میں) جس قدر اشیاء پیدا کی ہیں، سب ایک مقرر نظم اور

اندازے کے ساتھ پیدا کی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ انسانی ضروریات کی تکمیل ممکن ہی تب ہوتی ہے اگر اسے مطلوب نعمتیں ایک نظم کے تحت ملیں۔ پرانی انسانی زندگی کی اہم حاجات میں سے بے بلکہ اس پر تمام زندگی کا انحصار ہے اگر یہی نعمت بغیر نظم و قدر کے بارش کی صورت میں بے

حساب دے دی جائے تو یہ بجائے آبادی کے بر بادی کا پیش خیمه ثابت ہوتا ہے لہذا ربو بیت یہ نہیں کہ انسان کو زمین پر فقط پانی مہیا کیا جائے بلکہ ربو بیت یہ ہے کہ اس کی ضرورتوں کے مطابق فراہم کیا جائے۔ دھوپ اور روشنی انسان کی ناگزیر ضروریات میں سے ہے، سور ربو بیت یہ نہیں کہ دونوں نعمتیں بغیر کسی نظم اور اندازے کے مہیا کر دی جائیں کیونکہ ان کی کثرت بھی مہلک ہو سکتی ہے اور قلت بھی، ربو بیت یہ ہے کہ انسان کو یہ ساری نعمتیں بقدر ضرورت عطا کی جائیں، یہ تصور قرآن مجید یوں واضح کرتا ہے :

وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاوَاتِ مَاءً بِقَدْرٍ  
فَأَنْشَرْنَا بِهِ بِلَذَّةٍ مَّيْتَانًا.  
(الزخرف، ۲۳:۳۳)

لیکن وہ جو کچھ چاہتا ہے (اور مناسب سمجھتا ہے) مقرر نظم اور اندازے کے مطابق دنیا میں آتا رہا ہے۔ یہیک وہ اپنے بندوں (کی حاجتوں اور ضرورتوں) سے پورے طور پر باخبر ہے (اور ان کے نفع و نقصان کے سارے معاملات کو) دیکھنے والا ہے۔

ای طرح ارشاد فرمایا:

وَلَكُنْ يُنَزَّلُ بِقَدْرٍ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِنَادٍ  
خَيْرٌ بِصَيْرٍ○  
(الشوری، ۳۲:۳۲)

سورج کے نظام گردش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقْرٍ لَّهَا  
ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ○  
(یسین، ۳۶:۳۸)

اوہ سورج اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے، یہ غالب علم والے رب کا مقرر کردہ نظام ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے :

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ  
فَسَخَّرَاتْ بِاِنْفُرَةٍ

(الإِعْرَافٌ، ۷۴: ۵۳)

اتی طرح مزید ارشاد فرمایا گیا:

خالق الاضباج وجعل الليل سکنا  
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانًا ذَاكَ  
تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيِّمِ

(الأنعام، ۶۰: ۹۷)

تاریخ چاک کر کے صحیح نکالنے والا رب  
اور جس نے رات کو سکون کا باعث بنایا  
ہے اور اسی سے سورج اور چاند کی پروش  
کو باقاعدہ حساب کے لئے ایک نظم دیا  
ہے۔ یہ سب کچھ غالب علم والے رب کا  
متقرہ کردہ نظام ہے۔

## ۲۔ نظامِ ربِ بیت، اصول وحدیت پر دلالت کرتا ہے

جس طرح ربِ بیت، خود ایک نظام کی متناضی تھی، سو اسی کے مطابق اسے کار  
فرما یا گیا، اسی طرح نظامِ ربِ بیت، ہر جگہ اور ہر صفتِ اصول وحدت کا متناضی تھا، سو اس  
دُبھی اسی کے مطابق کار فرمائیا گیا، کیونکہ اس کے بغیر ربِ بیت الہیہ توحید کی دلیل نہیں  
بن سکتی۔ قرآن مجید اس تصور کو یوں بیان کرتا ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ  
وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدْرَةٌ تَقْدِيرٌ

(النَّحْرٌ، ۲۲۵: ۰)

اور کائنات کی بادشاہی (اور سلطنت  
و ملکیت) میں اس کا کوئی شریک نہیں اور  
(یعنی وجہ ہے کہ) اس نے ہر شے کو پیدا  
فرما کر اسے ایک متقرہ نظم اور اندازے  
سے قائم کر دیا ہے۔ (جس میں کوئی خلل  
یا تضاد دکھائی نہیں دیتا)

اس اصول کو ہم مخلوق کے مختلف طبقات میں یکساں طور پر کار فرمادیکھ سکتے  
ہیں۔ شجر و ججر ہو یا انسان و حیوان، ہر ایک کی زندگی میں پروش اور نشوونما کے احوال ایک  
ہی بنیادی صابھے کے ماتحت نظر آتے ہیں۔ ماں کی گود میں پروش پانے والا انسان کا بچہ

ہو یا زمین پر رینگنے والی چیزوں، ہوا میں اڑنے والا پرندہ ہو یا زمین پر چلنے والا کوئی جانور، پھر کی چنان ہو یا کس بائی میں اگنے والا بھول کا پودا، ان کا بیٹک آپس میں بظاہر کوئی ربط اور مشابہت نہ ہو، مگر ان کی پرورش اور نشوونما کے ضابطے ایک ہی اصول کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ہر شے کا ایک عبد طفویلت ہے، ایک دور شباب ہے، ہر ایک کا زمانہ ضعف و انحطاط ہے اور بالآخر سب کے لئے کوئی نہ کوئی خاتمه، ہر دور میں تمام اشیاء، کے احوال بدلتے رہتے ہیں، تقاضے متغیر ہوتے ہیں۔ سامان نشوونما میں تبدیلیاں واقع ہوتی ہے مگر ان سب کی سمت اور ضابطے بنیادی طور پر ایک ہی ہیں، کسی کے خاتمے کو مر جانا کہتے ہیں۔ کسی کو مر جانا، کسی کو پامال ہونا، کسی کو نوت جانا، بات ایک ہی ہے مگر الفاظ مختلف ہیں۔ اب اس باب میں قرآن مجید کا بیان ملاحظہ ہو:

اللهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَشَيْءًا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ

(الروم، ۳۰:۵۲)

یہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے تمہیں ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا، پھر اس ناتوانی کے بعد (تمہیں) قوت سے نواز، پھر اس قوت (کے زمانے) کے بعد تمہیں دوبارہ ناتوانی کی حالت دی اور بڑھاپے تک پہنچایا اور وہ جو (حالت) چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے اور علم اور قدرت والا (رب) ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

اللَّهُ تَرَأَّتِ اللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاً فَسَلَكَهُ يَنْبِيُّعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرُجُ بِهِ ذَرْعًا مُخْتَلِفًا الْوَاهِدُ ثُمَّ بَهْيَجُ فِتْرَاهُ مُضْفِرًا ثُمَّ يَجْعَلُهُ خَطَامًا إِنْ فِي ذَالِكَ لَذِكْرٍ لِأُولَى الْأَلْبَابِ

(الزمر، ۳۹:۲۱)

دیکھتے ہو کہ ان پر زردی چھانگی پھر انہیں  
خٹک کر کے ریزہ ریزہ کر دیا۔ پیشک  
اس (پورے نظام) میں دانشمندوں کے لئے  
بڑی عبرت ہے۔

جنادات، بناたات، حیوانات اور عالمِ انس ہر جگہ زندگی کے آغاز و انجام اور عروج و زوال کے میں تو انہیں کا نافذِ اعمال ہونا، اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ان تمام موجودات کو تحقیق کرنے اور پانے والی ذات ایک ہی ہے اور اس کی ربوبیت و پرودگاری میں ہر جگہ ایک ہی اصول کا رفرما ہے۔ یہی نظامِ وحدت اس کی وحدانیت پر دلیل قاطع ہے۔

### نظامِ ربوبیت اور قرآن کی دعوتِ فکر

مذکورہ بالا آیات کے علاوہ بھی قرآن مجید کی مقامات پر انسانی فطرت کے اندر ودایعت کردہ تحسیں تعلق، تفکر اور تدبر کے داعیات و مناطب ہوا ہے۔ اس نے کائنات پست و بالا میں کارفرما نظامِ ربوبیت کے مختلف مظاہر کی نسبت سوچنے اور سمجھنے کی کھلی دعوت دی ہے۔ جابجا نظامِ ربوبیت کے مختلف پہلوؤں سے باری تعالیٰ کی بستی، اس کی شان خالقیت، اس کی صفات و افعال، اس کی قدرت و تصرف اور اس کی توحید پر استدلال قائم ہے۔ علم قرآنی کا یہ پہلو دلائل توحید کے باب میں جس قدر اہم ہے، آج اسی قدر مردگ اور نظر انداز ہو چکا ہے۔

### قرآنی استدلال کا نقطہ اولیٰ

یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و شعور اور فہم و بصیرت سے اسی لئے نوازا ہے۔ وہ اس کی مد سے حقیقت کی راہ معلوم کرے۔ مظاہر قدرت کو تعلق اور تفکر کی آنکھ سے دیکھے۔ ان کے اندر تخفی اسرار و رموز اور حقائق کو سمجھنے کی کوشش کرے اور یہ جانے کہ یہ سب پچھکس کا پتہ دے رہے ہیں۔ اس بات میں چند قرآنی دعوت کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

وَكَائِنٌ مِّنْ أَيْهَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ آسماؤں اور زمین میں کتنی بھی نشانیاں

وَالْأَرْضَ يَعْرُونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا  
بِغَرَضٍ) (یوسف، ۱۰۵:۱۲)

جسے جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے اور وہ  
ان پر دھیان نہیں کرتے۔

یہاں ان لوگوں و جنہوں اجا رہا ہے جو زمین و آسمان کی وسعتوں پر محیط کائنات  
میں رہتے ہیں۔ ہر وقت اس کے عجائبات دیکھتے ہیں مگر ان سے باری تعالیٰ کے نظام  
ربوبیت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، حالانکہ نگاہ بصیرت سے دیکھیں تو قدم قدم پر دعوت فکر  
ہے۔ اسی طرح ارشاد فرمایا گیا:

وَلَا تَقْفَ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ  
السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفَوَادَ كُلُّ أُولَئِنَّكَ  
كَانَ عَنْهُ مَسْتُولًا (بُنی اسرائیل، ۳۶:۱۷)

اور جس بات کی تم کو (صحیح) خبر نہیں اس  
کے پیچھے نہ پڑو۔ بلاشبہ کان اور آنکھ اور  
دل ان سب سے پوچھ پچھے ہوگی۔

کان، آنکھ اور دل و دماغ ہر کسی سے باز پرس کا معنی یہ ہے کہ ان سے پوچھا  
جائے گا کہ کانوں کو سماعت اس لئے دی تھی کہ وہ حق کی آواز سنیں، آنکھوں کو بصارت اس  
لئے دی تھی کہ وہ حق کا نظارہ کریں اور دل و دماغ کو فہم و تدبیر اس لئے دیا تھا کہ وہ حقائق  
و واقعات میں خور فکر کریں تاکہ انہیں سماعت، بصارت اور بصیرت کی تینوں را بھول سے  
ربوبیت الہیہ کی معرفت نصیب ہو۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ  
(الذاریات، ۵۱:۲۰)

اور یہاں تو یقین رکھنے والوں کے لئے  
زمین میں (بے شمار) نشانیاں ہیں۔

زمین کے اندر بھی اہل یقین کے لئے جد جگد دعوت فکر ہے۔ یہی حال نفوس  
انسانی کا ہے۔

وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبَصِّرُونَ (الذاریات، ۵۱:۲۱)

اور (اے لوگو) خود تمہارے نفوس میں  
بھی (اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں)  
پھر یا تم غور نہیں کرتے۔

یہاں اپنی زندگی کے آغاز و ارتقاء، نفس انسانی کے احوال و کیفیات اور وجود  
انسانی کے طبعی، حیاتیاتی، نفسی، نفسیاتی، ذوقی، وجہانی اور شعوری والا شعوری پہلوؤں میں

بزار بآشنا دیں ایسی میں جو اللہ تعالیٰ کی تھی خلائق اور نظامِ ربوبیت پر دلالت کرتی ہے، جن میں سے بعض کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں:

وَتَلَكَ الْأَمْثَالُ نَصَرِيْهَا لِلنَّاسِ وَمَا  
يَعْقُلُهَا إِلَّا الْعَالَمُونُ

اور یہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں کے  
(مجھانے کے) لئے بیان کرتے ہیں:  
اوہ ان کو وہی سمجھتے ہیں جو علم رکھتے ہیں  
(اعنیوبت، ۲۹:۲۹)  
(اپنے بادی کو پہنچانتے اور ایمان لاتے  
ہیں)

خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ  
إِنَّ فِي ذَلِكَ لِيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ

اللہ نے آسماؤں اور زمین کو ایک نظام  
کے مطابق بنایا (بے شک) اس میں  
ایمان لانے والوں کے لئے ہری نشانی  
(اعنیوبت، ۲۹:۲۹)  
ہیں۔

ان آیات میں بھی قرآن فقط دعوت فکر دے رہا ہے تاکہ تخلیق ارض، سماء اور  
دیگر امثال و افعال سے انسان رب کائنات کو پہچان سکے۔

### نظام کائنات ربوبیت الہیہ پر دلیل ناطق ہے

مذکورہ بالا آیات میں تو فقط نظام کائنات میں غور و فکر کرنے کی دعوت تھی۔ مگر  
قرآن مجید نے بہت سے مقدامات پر نظام کائنات کے کئی متعدد پہلو اور ان کے عملی  
کو شے بیان کئے ہیں اور واضح ہے کہ ارضی و مہمی طبقات کے اندر جو نظام باے عمل  
ایک خاص نظر کے ساتھ چل رہے ہیں ان کے صوابا، اوقات، اثرات اور متعلقات جس  
حسن و خوبی کے ساتھ مقرر ہیں کیا یہ سب چھوٹی باقاعدہ نظام ربوبیت کے بغیر ممکن ہے۔

خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ  
يَكُوْرُ النَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيَكُوْزُ النَّهَارَ  
عَلَى الْأَيْلَ وَسُحْرُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ  
نَحْلٌ يَحْرُنِ لِاجْلِ مُسْنَمِي الْأَهْوَ  
الْعَزِيزُ الْغَفَارُ

اس نے (اپنی قدرت کاملہ) سے آسمان  
اور زمین کو صحت تدبیر اور درستی کے  
ساتھ بنایا، وہ رات کو دن پر پیشتا اور  
دن و رات پر پیشتا ہے اور اسی نے  
نور، اور چاند و مسخر کر رہا ہے۔ (سب  
اس کے حکم کے تابع اپنے اپنے کاموں

پر لگے ہیں) سب ایک وقت میں تک  
 (ای طرح) چلتے رہیں گے۔ (پھر ان  
 کی پرستش کرنا کہاں کی عکسندی ہے) یاد  
 رکھو (اکتوپرستش) وہی صاحبِ عزت،  
 بخشش والا (اس کی پرستش کرو وہ  
 زبردست بھی ہے اور ہذا بخشش والا بھی)  
 یعنی مضمون اور زیادہ موثر انداز میں بیان کرتے ہوئے اہل علم و فہم کو یوں متوجہ  
 کیا جا رہا ہے۔

وہی ہے جس نے سورج کو چھکتا  
 (جگھاتا) اور چاند کو منور (روشن) بنایا اور  
 اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ اسی سے تم  
 سماوں کی گھنٹی اور (مبینوں اور دنوں کا)  
 حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ نے یہ سب  
 تدبیر (مصلحت) ہی سے پیدا کیا ہے وہ  
 اپنی نشانیاں، بخشش والوں کے لئے کھول  
 کھول کر بیان کرتا ہے۔

بے شک رات و دن کے بد لئے میں اور  
 جو چھو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں  
 پیدا کیا ہے (سب میں) اللہ سے ذرنے  
 والوں (حق کے پرستاروں) کے لئے  
 بڑی نشانیاں ہیں۔

دوسرے مقام عالم انس و آفاق میں دعوت فکر دیتے ہوئے قرآن مجید ان  
 حقیقتوں کو تخلیق بالحق کا آئینہ دار خبردار ہا ہے۔

کیا انہوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا  
 کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ  
 السموات والارض وما بينهما الا

هُوَالذِّي جَعَلَ الشَّمْسَ ضَيَّاءً  
 وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدْرَةً مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا  
 عَدْدَ السَّمَاءَنِ وَالْحَسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ  
 ذَالِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يَفْصِلُ الْأَيَّاتَ لِقَوْمٍ  
 يَعْلَمُونَ (یونس، ۱۰:۵)

إِنَّ فِي اخْتِلَافِ الظَّلَلِ وَالنَّهَارِ وَمَا  
 خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ  
 لِآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَقَّدُونَ (یونس، ۲۰:۱۰)

(یونس، ۲۰:۱۰)

بِالْحَقِّ وَاجْلٌ مُسْمَى وَإِنْ كَثُرُوا مِنَ  
النَّاسِ بِلْفَانِي رَبَّهُمْ لِكَافِرُونَ  
(الرُّوم، ۸:۳۰)

اُس کے درمیان میں سب کو (اپنی)  
مصدحت (اور حکمت) ہی سے ایک وقت  
معینہ کے لئے پیدا کیا ہے (یہ مقصد  
حیات معرفت الہی دیدار الہی کے سوا کیا  
ہو سکتا ہے۔ کاش یہ لوگ آخرت کی  
اہمیت کو (سبھتے) اور اکثر لوگ تو اپنے  
پوردگار سے (آخرت میں) ملنے ہی  
کے منکر ہیں (دیدار کی تمنا کیا کریں  
گے۔ اور کیا سمجھیں گے)

قرآن مجید ان سب نظام ہائے آفاق کو بیان کر کے دراصل ابل فکر و دانش سے  
یہ سوال کر رہا ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجودات کی تخلیق  
کمال سخت و تدیر سے ہو رہی ہو گر کوئی خالق اور مدبر نہ ہو؟ رات اور دن بہیشہ خاص نظام  
اور سلیقہ سے چل رہے ہیں۔ سورج اور چاند خاص راستوں پر باقاعدگی سے چل رہے ہوں  
مگر انہیں سلیقہ اور نظام سے آشنا کرنے والا کوئی نہ ہو؟

سورج اور چاند اپنی اپنی اصلی اور انعکاسی روشنیوں کو اپنے اپنے دامن میں سمینے  
مقبرہ منزلوں پر معین مدتیں کے لئے اس طرح گامزن رہیں کہ کبھی معمولی سا بھی فرق نہ  
آئے۔ مگر یہ سب پچھے کسی ارادے اور اذن کے بغیر اتنا قیری عمل میں آ گیا ہو؟  
پھر قرآن خود ہی جواب دیتا ہے نہیں نہیں۔ یہ تخلیق حق ہے۔ ایک ارادے اور  
مقصد کے ساتھ ہے، ایک خالق کے اذن اور قدرت سے ہے اور ایک باقاعدہ نظام کے  
تاثر ہے، اسی کا نام رب بیت الہیہ ہے۔

آپ (ذرالان مشرکین سے) پوچھتے تم کو  
آسمان اور زمین سے رزق کون دیتا ہے  
یا (تمہارے) کان اور آنکھوں کا مالک  
کون ہے (کہ جب چاہے تمہاری قوت  
سمع و بصر سلب کر لے اور چاہے تو کسی کو  
سمع (تفیقی عطا فرمادے) اور کون جاندار

فَلَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ  
إِنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ  
يُخْرُجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيَّتِ وَيُخْرُجُ  
الْمَيَّتَ مِنَ الْحَيَّ وَمَنْ يُدْبِرُ الْأَمْرَ  
فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقْلَ أَفْلَاتُقُولُونَ.  
(یونس، ۳۱:۱۰)

سے نکالتا ہے اور (پھر) امور (کائنات) کی مدیر کون کرتا ہے۔ پس (یقیناً) وہ بول اخیس گے کہ اللہ تو آپ ان سے کہنے کہ (پھر اللہ سے ذرتے کیوں نہیں؟ پس یہی اللہ تمہارا حقیقی رب ہے۔ حق (بات کے ظاہر بوجانے) کے بعد بجز گمراہی کے کیا رہ گیا۔ پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو (حق سے کیوں بھاگتے ہو حق سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے)

اس کے بعد اب انسان کو زمین و آسمان اور ان کے درمیان خلائی حقیقوں کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے۔ بحر و بر کے احوال و حوادث سے پرده انھایا جا رہا ہے زندگی کے خاص لمحات اور ان کی مخصوص کیفیات کی یاد دلائی جا رہی ہے۔

أَنْهُنَّ خَلَقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَ  
أَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَإِنَّا بِهِ  
حَدَّأْنَقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ  
تُنْبِتُوا شَجَرَهَاءَ إِلَهٌ مَعَ اللَّهِ بَلْ هُمْ  
قَوْمٌ يَعْدَلُونَ.  
(آل عمران، ۶۰:۲۷)

(لوگو!) بھلا (دیکھو تو) کس نے آسمان و زمین بنائے اور (کس نے) تمہارے لئے آسمان سے پانی آتارا (بھم نے) پھر بھم نے اس کے ذریعے پر رونق باغے آگائے (ورنہ اس زمین اور بارش کے باوجود) تمہارا کام نہ تھا کہ تم اس سے درختوں کو آگاتے (اب سوچ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبد ہے؟ اے رسول ان کے پاس اس کا کچھ جواب نہیں) حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ راہ (حق) سے اعراض کرتے ہیں (دوسروں کو خدا کے برابر بھرا تے ہیں)

فَذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَا ذَا بَعْدَ  
الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَإِنَّا نُضْرِفُونَ  
(یونس، ۳۲:۱۰)

اَمْنٌ جَعَلَ الْأَرْضَ قِرَادًا وَجَعَلَ  
خَلَالَهَا اَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رُوَاسِيَّ  
وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزَاتٍ ، اللَّهُ  
مَعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ  
(آلہ، ۶۱:۲۷)

بھلا ( بتاؤ تو ) کس نے زمین کو ( جے )  
قرار ( و قیام ) بنایا اور ( کس نے ) اس  
کے درمیان میں نہریں بنائیں اور ( کس  
نے ) اس ( زمین کو خبرانے ) کے لئے  
بھارتی پہاڑ بنائے اور ( کس نے ) دو  
دریاؤں کے درمیان ( ایک اٹیف )  
چباب بنایا ( اب بتاؤ ) کیا اللہ کے ساتھ  
کوئی اور معبد ہے۔ ( ان کے پاس اس  
کا بھی جواب نہیں۔ اے رسول )  
حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر ( بات )  
صحیحت ہی نہیں۔

ان سے پوچھئے بھلا مضطرب کی التحا کو  
جب وہ اسے پکارتا ہے کون سنتا ہے اور  
( کون اس کے ) دکھ درد کو دور کرتا ہے اور  
( کون ) تم کو زمین پر گزشتہ امتوں کا  
جانشین بناتا ہے ( پھر پوچھئے ) کیا اللہ کے  
ساتھ کوئی اور معبد ہے؟ ( تم کیا جواب  
دو گے ) تم غور ہی بہت کم کرتے ہو۔

بھلا کون تم کو ذکل کی اور تری کی تاریکیوں  
میں راستہ بتاتا ہے اور کون اپنی رحمت  
باڑ سے قبل بہاؤں کو خوشخبری دے کر  
بھیجندا ہے کہ آنے والی رحمت کی نشانیاں  
قلب پر منشف ہونے لگتی ہیں ( اب  
بتاؤ ) کیا ساتھ کوئی اور معبد ہے؟  
( حقیقت یہ ہے کہ ) اللہ ان کے شرک

اَمْنٌ تُحِبِّبُ الْمُضطَرُ اذَا دَعَاهُ وَ  
يُكَشِّفُ السُّوءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلُقَاءَ  
الْأَرْضِ ، اللَّهُ مَعَ اللَّهِ فَلَيْلًا مَا  
تَذَكَّرُونَ  
(آلہ، ۶۲:۲۷)

اَمْنٌ يَهْدِنِكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ  
وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّياحَ بُشِّرًا بَيْنَ يَدَيْ  
رَحْمَتِهِ ، اللَّهُ مَعَ اللَّهِ تَعَالَى اللَّهُ عَنِّ  
بُشْرٍ كَوْنَ

(آلہ، ۶۳:۲۷)

سے بہت بلند و برتر ہے۔

بھلا کون ہے جو مخلوقات کو پہلی بار پیدا کرتا ہے اور پھر دوبارہ پیدا فرمائے گا اور کون تم کو آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے (یہ اللہ ہی کی ذات ہے) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبد و بھی ہے (پھر نبی ہے) (پھر اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو اسے رسول ان سے) فرمادیجھے کہ اگرچہ ہوتا پنی دلیل پیش کرو۔

یہ سب معرفتی اور مشاہداتی دلائل و براتین انسان کو ایک ہی نتیجے پر پہنچاتے ہیں کہ اس کائنات داخلی و خارجی اور کائنات پست و بالا کا خالق و مالک اور مدبر و منظم ایک ہی ہے۔ جو قادر مطلق، علیم و خبیر، عزیز و حکیم اور رحیم و کریم ہے۔ یہی مضمون ایک اور مقام پر یوں بیان کیا ہے:

(اے لوگو) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ بہ تہ بناتے ہیں۔ (نوچ، ۷۱:۱۵)

اور ان میں (تمہارے لئے) چاند کو چکنے والا اور سورج کو (ایک روشن) چراغ بنایا (کہ ایک کا نور باعث تسلیم اور دوسرے کی حرارت باعث حیات ہے)

اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا (پھر زمین ہی سے تمہاری نشوونما کی تم منی سے بنے ہو تمہاری غذا بھی زمین سے مہیا کی)

أَنْ يَنْذِهُ وَالْحَلْقَ ثُمَّ يَعِنْهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ اللَّهِ قُلْ هَاتُوا بُرْزَهَا نَحْنُ أَنْ كُنَّنَا صادقین

(نمل، ۶۳:۲۷)

الْمَ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طَبَاقًا (نوج، ۷۱:۱۵)

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سَرَاجًا

وَاللَّهُ أَنْتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا

لَهُمْ يُعِدُّكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ  
اُخْرَاجًا) پھر تم کو اسی (زمین) میں لے جائے گا  
اور (اسی سے) تم کو دوبارہ نکالے گا۔  
اور اللہ ہی نے تمہارے لئے زمین کو  
فرش بنایا (یہی تمہاری جوانگاہ ہے)  
تاکہ (زندگی کے ہر شعبہ اور ہر منزل  
میں) تم اس کی کشادہ را یہ اختیار کرو  
(وہ را یہ جو حوالق کو اجاگر کرنے والی  
اور دنیا اور آخرت میں فلاح کی ضامن  
ہیں)

اب روئے خن انسانی زندگی کے معاشی پہلو کی طرف کیا جا رہا ہے۔  
فَلَيَنْظُرُ الْأَنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ○  
پس انسان کو چاہئے کہ اپنی غذا کی طرف  
غور کرے (کہ وہ کیونکر پیدا ہوتی ہے)  
بے شک ہم ہی نے خوب پانی بر سایا۔  
اَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ ضَبًّا○  
پھر ہم نے زمین کو جا بجا پھاڑ دیا۔  
ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا○  
پھر ہم نے اسی میں غلہ پیدا کیا۔  
فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبَّا○  
اور انگور اور ترکاریاں  
اوْزِنْتُوْنَا وَنَحْلَاهُ○  
اور گنجان باغ  
وَحَذَّانِقَ غُلْبَاهُ○  
اور میوے اور گھاس (کو بھی پیدا فرمایا)  
وَفَاكِهَةٌ وَأَثَابٌ○  
(جو) تمہارے اور تمہارے مویشیوں  
متاعاً لَكُمْ وَلَا نَعِيمُكُمْ○  
(بیس، ۳۲-۲۳: ۸۰) کے کام آتے ہیں۔

اس طرح اب ارضیاتی حقائق، غذائی شہادات اور حیواناتی علامات کو موضوع خن  
ہنایا جا رہا ہے۔

اور اللہ نے آسمان سے میند برسایا پھر  
اس سے زمین کو اس کے مردہ ہونے  
کے بعد زندہ کیا ہے شک اس میں سننے  
والوں کے لئے (بڑی) نشانی ہے۔

اور تمہارے لئے چوپاؤں میں بھی برا سبق  
ہے (وہ زندہ ہیں لیکن تمہارے فائدے  
کے لئے) ان کے پیٹ میں سے گوبر اور  
خون کے درمیان سے ہم خالص دودھ  
(نکال کر) تم کو پلاتے ہیں جو پینے  
والوں کے لئے (پچھے ہوں یا بوڑھے،  
نہایت) خوشگوار ہے (غذا کا کام بھی دیتا  
ہے)

اور کھجور اور انگور کے میووں میں سے بھی  
(تم پینے کی چیزیں تیار کرتے ہو) تم  
ان سے نش کی چیزیں بناتے ہو اور  
کھانے کی عمدہ غذا میں (تیار کرتے ہو  
لیکن سوچو کہ ان کا خالق کون ہے ان کی  
تحلیق کا مٹا کیا ہے) بے شک اس میں  
عقلمندوں کے لئے بڑی نشانی ہے۔

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے  
دل میں القا کیا (یوں تعلیم دی) کہ  
پہاڑوں پر، درختوں پر اور ان اوپھی  
چوپیوں پر (یا عمارتوں پر) جو لوگ بناتے  
ہیں گھر بننا۔

وَاللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاً فَاحْيَابِهِ  
الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنْ فِي ذَلِكَ لَا يَةٌ  
لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ○

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لِعِبْرَةٍ طُنْقِيْكُمْ  
مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ ذِمْ لَبَنًا  
خَالِصًا سَائِنَغًا لِلشَّارِبِينَ○

وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّعْلِيْلِ وَالْأَغْنَابِ  
تَشْحُذُونَ مِنْهُ سُكْرًا وَ رِزْقًا حَسَنًا إِنْ  
فِي ذَلِكَ لَا يَةٌ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ○

وَأَوْحَى رَبُّكَ إِلَيْنَا النَّحْلَ أَنْ  
اتَّخِذُنَّ مِنَ الْجِبَالِ بَيْوتًا وَ مِنْ  
الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرُشُونَ○

پھر ہے تم کے بچل میں سے کہا اور اپنے پروپریگر کے (تعلیم کئے ہوئے) صاف راستوں پر (جو تیرے لئے آسان ہیں) چل چل۔ (دیکھو اس نے حکم مانا وحی پر عمل کیا، ارشاد بجا لائی، تو اس سے کیا تکال) اس کے بطن سے وہ پینے کی چیز تکنیک ہے جس کے رنگ مختلف ہیں (ایکیں فائدہ یکساں ہو آتش سیال نہیں جو مغلب کرتی ہے بلکہ وہ نہدا) جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ بے شک اس میں (الله کی صفات میں) غور کرنے والوں کے لئے (بڑی) نشانی ہے۔

اب قرآن مجید بارہی تعالیٰ کی توحید مطلق، ربوبیت کاملہ اور قدرت واسعہ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے انتہائی موثر فسیاتی اسوب اپنا رہا ہے اور انسانی زندگی کے مختلف گوشوں، ضرورتوں اور تناقضوں کو موضوع کلام بنارہا ہے۔

بخلاف دیکھو جس نطفہ کو تم پکاتے ہو (اس سے انسان کوں بناتا ہے)  
کیا اس کو تم (انسان) بناتے ہو یا اس کے بنانے والے ہم ہیں۔

ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو مترک کیا ہے (جب جس کا وقت آتا ہے اور احمد جاتا ہے) اور ہم (اب بھی) عاجز نہیں۔

لَمْ يَكُنْ مِّنْ أَنْجَلَ الشَّمَراتِ فَاسْلَكْنِي  
سَبِيلَ رَبِّكَ ذَلِلاً طَبَرْجَ مِنْ بُطُونِهَا  
شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ الْوَانَهُ فِيهِ شَفَاءٌ  
لِلنَّاسِ طَ اَنْ فِي ذَالِكَ لَا يَهُ لِقَوْمٍ  
يَتَفَكَّرُونَ)

(انحل ۶۵:۱۶، ۶۹:۱۶)

ءَ اَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ)

نَحْنُ قَدْرُنَا بَيْنَكُمُ الْمُؤْتَ وَمَا نَحْنُ  
بِمُشْبُوقِينَ)

اس بات سے کہ (تم کو اس دنیا سے انھا  
لیں اور) تماری طرح کے اور لوگ  
تماری جگہ لے آئیں اور تم کو ایسی  
حالت (صورت یا ایسے جہان) میں پیدا  
کریں جس کو تم نہیں جانتے۔

اور تم کو تو پہلی پیدائش کا علم ہے ہی  
(اس میں تو شک کی گنجائش نہیں) پھر تم  
کیوں نہیں سوچتے (آخرت پر یقین کیوں  
نہیں لاتے اللہ کو کیوں یاد نہیں کرتے)

بھلا دیکھو تو جو تم بوتے ہو۔

کیا تم اسے اگاتے ہو یا اس کے اگانے  
والے ہم ہیں۔

اگر ہم چاہیں تو اس (تماری سمجھتی) کو  
چورا چورا کر رہا ہیں پھر تم باہم بناتے رہ  
جاؤ۔

ہم تو تماں میں پڑ گئے (قرض دار بھی  
ہوئے اور کچھ نہ ملا)

بلکہ ہم تو محروم (اور بد نصیب) ہی  
رہے۔

بھلا (اس اپانی کو تو دیکھو جو تم پیٹتے ہو۔  
کیا تم نے اس کو بادلوں سے اتارا ہے یا  
(اس کے) اتارنے والے ہم ہیں۔

اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری بنادیں پھر تم  
شکر کیوں ادا نہیں کرتے۔

عَلَىٰ أَنْ تُبَدِّلَ أَنْشَائُكُمْ وَنُشِئُكُمْ فِي  
مَا لَا تَعْلَمُونَ○

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشَاءَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا  
تَذَكَّرُونَ○

أَفَرَءَنْتُمْ تَأَغْرِيُونَ○  
إِنَّمَا تَزَرُّعُونَهُ أَمْ نَعْنُ  
الْزَّارِعُونَ○

لَوْنَشَاءَ لَجَعَلْنَاهُ مُحَطَّاماً فَظَلَّتُمْ  
تَفَكَّرُونَ○

یہی کہو کر  
إِنَّا لِمُغْرِبُونَ○

بَلْ نَعْنُ بَخْرُوْدُونَ○

أَفَرَءَنْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشَرَّبُونَ○  
إِنَّمَا تَنْزَلُنَاهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَعْنُ  
الْمُنْزَلُونَ○

لَوْنَشَاءَ جَعَلْنَاهُ أَجَاجًا فَلَوْلَا  
تَشَكَّرُونَ○

أَفَرَأَءُكُمُ النَّارَ الَّتِي نُورُونَ○

ہو۔

کیا اس کا درخت (بس سے تم آگ  
نکالتے ہو) تم نے پیدا کیا یا (اس کے پیدا  
کرنے والے ہم ہیں)۔

ہم ہی نے تو اس (اور دشت کو اپنی قدرت  
و حکمت کی) یاد دلانے والا اور مسافروں  
کے لئے فتح کی چیز بنایا۔

پس آپ اپنے پروردگار کے نام کی پاکی  
بیان فرمائیں جو بڑی عظمت والا ہے۔

(۱۱۰۷:۵۶-۵۸) فَسِبْعَ يَامِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ○  
اس تمام تراستدلال کا حصل یہ ہے کہ انسان اپنے "رب عظیم" کو پہچان  
لے اور اس کی عظمت و ربویت کے ساتھ سرتاسریم ختم کر دے۔

اغر غش کائنات ارش و سماء میں غور و فکر اور تعقل و تدبر کی تعلیم اس لئے دی  
جی ہے کہ اگر انسان ان کی حقیقوں سے آگاہی حاصل کرے گا تو وہ انسیں باری تعالیٰ  
کے نظام ربویت کے ایسے ایسے مظاہر دیکھے گا جس سے اس کے ایمان کو درجہ ایقان  
نہیں ہے کا اور حتیٰ یہ تین لہمَ أَنَّهُ الْحَقُّ کے وعدہ کے مطابق اس پر حق آشکار ہو  
جانے کا اور وہ پکارا ٹھہرے گا۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بِاطِلًا  
اَسَعْمَانٍ ۚ (۱۱۹۱:۳) اَسَتَّهِنَّا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شَدَادًا  
اے ہمارے رب تیری تخلیق کردہ کوئی  
شے بھی ایسی نہیں جو عبث اور باطل ہو  
اور تیری بستی کی راہ نہ دکھاتی ہو۔

اس امر کا اندازہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔  
وَبَئِنَنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شَدَادًا  
اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط  
چنائیاں چنیں (جو تمہاری حفاظت کا کام  
کرتی ہیں)

دوسرے مقام پر قرآن مجید نے ان الفاظ میں مزید تصریح فرمائی:

**وَرَبَّنَا الشَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحَفَظًا** اور ہم نے سب سے نچلے سماوی طبقے کو  
(حُم السجدة، ۲۱: ۳۲) چراغوں (روشنیوں) سے آراستہ کیا اور  
(اس میں تمہاری حفاظت کا اہتمام کیا)۔

اس سماوی طبقے میں انسانوں کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہے اور ان چنی گئی  
مشبوط پہنائیوں کی حقیقت کیا ہے؟ قرآن ان میں غور خوبش کی تعلیم دیتا ہے۔

جدید دور کی سائنس نے سبعاً شداد اور حفظاً کی ایک تعبیر جو ہمارے سامنے  
پیش کی ہے اس سے ربوہیت الیہ اور اس کی علمتوں کے کافی حریت انگلیز پلو آٹکار  
ہوتے ہیں۔ جدید سائنسی تحقیق کی رو سے زمینی فضا (Atmosphere) جو دو ہزار  
۱۲۰۰۰ میل تک پھیلی ہوئی ہے پندر طبقوں پر مشتمل ہے جنہیں  
کہتے ہیں۔ اب تک علوم ہونے والے طبقات کی  
نامیں Atmospheric Layers

نامیں تیب ورن ذیل ہے۔

1- Troposphere 2- Stratosphere 3- Meso sphere

4- Thermo sphere 5- Exo sphere

یہ سب طبقات نظام سماں کے اندر آتے ہیں۔ یہ امر مسلمات میں سے ہے کہ  
ہر دن سو طرح کی شعاعیں (Sun rays) زمین کی طرف آتی ہیں۔

i- High Energy Radiations (X-rays and ultra  
violent Rays)

ii- Low Energy Radiations (Heat and Light Rays)

مذکورہ بالا ریز (Rays) میں سے پہلی حُم انسانی زندگی کے لئے نقصان دہ اور مملک ہے۔ اسی طرح نظام سماں سے بھی اوپر کی نظر  
بے "Cosmic Rays" آتی ہیں یہ بھی انسانی زندگی کے لئے خطرناک ہیں۔

ایسی تمام نقصان دہ اور مملک ریز جب مذکورہ بالا طبقات

(Atmospheric Layers) میں سے گزرتی ہیں تو وہ طبقات ان ریز (Rays) کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں۔ گویا فلٹر (Filter) کا کام کرتے ہیں۔ اس طرح انسانی زندگی کے لئے فقط مفید اور بے ضرر (Rays) زمین تک پہنچتی ہیں۔ نہ صنان دہ ریز سے انسانوں کو ان layers کے ذریعے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ طبقات شداد اور حفظا کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ یہ باری تعالیٰ کے نظامِ ربوبیت کی حکمت و عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

# إِشْتَارِيَّة



## فهرست

---

صفحه نمبر

نمبر شمار عنوانات

١٣٤

١ القرآن

١٣٦

٢ احادیث و آثار

١٣٨

٣ اقوال

١٥١

٤ اعلام



# القرآن

صفحة غير الموارد	حالة العنوان	آية	غير شمار
<b>البقرة : ٢</b>			
٩٩	٢٢:٢	وأنزل من السماء فاء	١
٥٩	٢١٣:٢	فهذا الله الذي آمنوا	٢
٥٧	٢٥٦:٢	قد تبين الرشد من الغي	٣
٢٢	٢٥٩:٢	فانظر إلى طعامك وشرابك ...	٤
<b>آل عمران : ٣</b>			
٥٧	١٩٠:٣	إذ في خلق السموات والأرض	٥
١٣٠، ٨٤	١٩١:٣	ويتفكرون في خلق السموات والأرض	٦
<b>النساء : ٤</b>			
٩٠، ٣٥، ٠٣٢	١:٤	يأيها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم	٧
<b>الانعام : ٦</b>			
١٩	٤:٦	هو الذي خلقكم من طين	٨
١١، ١١٢	٣٨:٦	وما من ذاية في الأرض ...	٩
١١٦	٩٧:٦	خالق الإصلاح وجعل أليل ...	١٠
٤٩، ٠٣٢	٩٩:٦	وهو الذي أنشأكم من نفس واحدة	١١
<b>الاعراف : ٧</b>			
١٥	٥٤:٧	إلا له الخلق ولله الأمر	١٢
١١٦، ١٠١	٥٤:٧	والشمس والقمر والنجوم	١٣

صفحة سور	حواله	آيت	سور شمار
٦٠	٤٣:٧	الحمد لله الذي هدانا لهذا <u>التوبه : ٩</u>	١٤
٢٢	٣٥:٩	يوم يحصي عليها في نار جهنم <u>يونس : ١٠</u>	١٥
٧٧	٢:١٠	ان ربكم الذي خلق السموات ...	١٦
٧٨	٢:١٠	ثم استوى على العرش	١٧
١٢١	٥:١٠	هو الذي جعل الشمس ...	١٨
١٢١	٦:١٠	ان في اختلاف الليل والنهار	١٩
٥٨	٩:١٠	ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات	٢٠
١٢٣	٣١:١٠	فقل من يرزقكم من السمااء والارض	٢١
١٢٣	٣٢:١٠	فذاكم الله ربكم	٢٢
		<u>هود : ١١</u>	
١٠٣، ١٠٠	٧:١١	وهو الذي خلق السموات والارض	٢٣
		<u>يوسف : ١٢</u>	
١١٩	١٠٥:١٢	وكان من آياته في السموات والارض ..	٢٤
		<u>الرعد : ١٣</u>	
١١٤	٨:١٣	وكل شيء عنده بمقدار	٢٥
		<u>ابراهيم : ١٤</u>	
٩٥	٤٨:١٤	يوم تبدل الارض غير الارض والسموات	٢٦

نمبر شمار	آيت	حواله	صفحه غير
	<b>الحجر : ١٥</b>		
٢٧	وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ	: ١٥	٢١
٢٨	وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عَنَّا خَرَانَةٌ	٢١ : ١٥	١١٤
٢٩	صُلْصَالٌ مِّنْ حَمِيمٍ مَسْعُونٌ	٢٦ : ١٥	٢٢، ٢٠
٣٠	وَالْجَانُ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ ...	٢٧ : ١٥	٢٤
٣١	فَإِذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتَ ...	٢٩ : ١٥	٢٦
	<b>النحل : ١٦</b>		
٣٢	وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ	٨ : ١٦	
٣٣	وَاللَّهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَا يَرِيدُ	٦٥ : ١٦	١٢٧
٣٤	وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لِعِبْرَةٍ	٦٦ : ١٦	١٢٧
٣٥	وَمِنْ ثَمَرَاتِ التَّحِيلِ وَالْأَغْنَابِ	٦٧ : ١٦	١٢٧
٣٦	وَأُوحِيَ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ ...	٦٨ : ١٦	١٢٧
٣٧	ثُمَّ كُلُّ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي	٦٩ : ١٦	١٢٧
	<b>بني إسرائيل : ١٧</b>		
٣٨	إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ	٩ : ١٧	٦٠
٣٩	وَلَا تُفْسِدُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ	٣٦ : ١٧	١١٩
٤٠	إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ	٣٦ : ١٧	٥٦
٤١	وَمَا أُوتِيتُ مِنَ الْعِلْمِ	٨٥ : ١٧	٧٠
	<b>كهف : ١٨</b>		
٤٢	وَاتَّبَعْنَا رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَمْنَاهُ	٦٥ : ١٨	٥٧

صفحة غير	حالة	آيت	غير شمار
		<u>طه : ٢٠</u>	
٥٥	٥٠ : ٤٠	رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ	٤٣
		<u>الأنبياء : ٢١</u>	
٨٤	٣٠ : ٢١	أَوْلَمْ يَرَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ	٤٤
١٩	٣٠ : ٢١	وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّىٰ	٤٥
١٠٥	٣٠ : ٢١	إِفْلًا يُؤْمِنُونَ	٤٦
١٠١	٣٣ : ٢١	كُلُّ فِي فَلَكٍ يَسْبُخُونَ	٤٧
		<u>الحج : ٢٢</u>	
٣٧	٥ : ٢٢	وَنَبَرُّ فِي الْأَرْضِ مَا نَشَاءُ إِلَيْ ...	٤٨
		<u>المؤمنون : ٢٣</u>	
٣٧	١٣ : ٢٣	ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً ...	٤٩
٣٧	١٤ : ٢٣	ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلْقَةً ...	٥٠
		<u>الفرقان : ٢٥</u>	
١١٦	٢ : ٢٥	وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَرِيكٌ ...	٥١
٤٧	٢ : ٢٥	وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ...	٥٢
١٩	٥٤ : ٢٥	وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ	٥٣
١٩	٥٤ : ٢٥	وَكَانَ رَبُّكَ فَدِيرًا	٥٤
		<u>الشعراء : ٢٦</u>	
٥٦	٢١٢ : ٢٦	أَنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمْ يَغْزُوُا لُؤْنَ	٥٥

صفحه غیر	حالة	آيت	شمار
		<b>النمل : ٢٧</b>	
١٢٣	٦٠ : ٢٧	أَفَلَا يَرَى خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ	٥٦
١٢٤	٢١ : ٢٧	أَفَلَا يَرَى جَعْلَ الْأَرْضِ فَرَارًا ...	٥٧
١٢٤	٦٢ : ٢٧	أَفَلَا يَرَى يَجْبَرُ الْمُضْطَرَ إِذَا دُعَا	٥٨
١٢٤	٦٣ : ٢٧	أَفَلَا يَهْدِيْكُمْ فِي ظُلْمَاتِ النَّرِّ	٥٩
١٢٥	٦٤ : ٢٧	أَفَلَا يَدْرُو الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْذُهُ ...	٦٠
		<b>العنکبوت : ٢٩</b>	
١٢٠	٤٣ : ٢٩	وَتَلْكَ الْأُمَّالُ نَصْرِبُهَا ...	٦١
١٢٠	٤٤ : ٢٩	خَلْقُ اللَّهِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ...	٦٢
	٦٩ : ٢٩	وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِيْنَا لِنَهْدِيْنَاهُمْ ...	٦٣
		<b>الروم : ٣٠</b>	
١٢٢	٨ : ٣٠	أَوْلَمْ يَتَكَبَّرُوا فِيْنِ اتْنَفِسِهِمْ	٦٤
١١٧	٥٤ : ٣٠	إِنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ	٦٥
		<b>لقمان : ٣١</b>	
	٢٨ : ٣١	مَا خَلَقْتُكُمْ وَلَا بَعْثَكُمْ إِلَّا كَنْفُسٌ وَاحِدَةٌ	٦٦
		<b>سجدة : ٣٢</b>	
٧٧	٤ : ٣٢	إِنَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ	٦٧
٨١	٥ : ٣٢	يَدْبِرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ	٦٨
٧٨	٥ : ٣٢	ثُمَّ أَسْتَوِي عَلَى الْعَرْشِ يَدْبِرُ الْأَمْرَ	٦٩
٣٤	٨ : ٣٢	ثُمَّ جَعَلَ نِسْلَةً مِنْ سَلَّةٍ مِنْ هَاءِ	٧٠

صفحة نهر	حواله	آيت	نهر شمار
٣٩	٩ : ٣٢	ثُمَّ سَوَادٌ وَنَفْحٌ فِيهِ	٧١
٥٧	٢٤ : ٣٢	وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَنْمَاءَ يَهْدِيُونَ ...	٧٢
		<u>فاطر : ٣٥</u>	
٨٦	١ : ٣٥	يَرِيدُونَ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُونَ ...	٧٣
		<u>يس : ٣٦</u>	
١١٥	٣٨ : ٣٦	وَالشَّمْسُ تَحْرِي لِمَسْتَقِرَّكُمْ	٧٤
١٦	٨٢ : ٣٦	أَنَّمَا افْرَأَةُ إِذَا أَرَادَ شَيْءاً إِنْ ...	٧٥
١٠٨	٨٢ : ٣٦	إِذَا أَرَادَ شَيْءاً إِنْ يَقُولُ لَهُ ...	٧٦
		<u>صافات : ٣٧</u>	
٢٠	١١ : ٣٧	إِذَا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ طِينٍ	٧٧
		<u>الزمر : ٣٩</u>	
١٢٠	٥ : ٣٩	خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ...	٧٨
٣٦	٦ : ٣٩	خَلَقْنَاكُمْ مِنْ نُطْحَىٰ وَاحِدَةٌ	٧٩
٤١	٦ : ٣٩	يَخْلُقُكُمْ فِي بَطْوَنِ أَمْهِنِكُمْ	٨٠
١١٧	٢١ : ٣٩	إِنَّمَا تَرَى إِنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ ...	٨١
٩٦	٦٧ : ٣٩	وَالسَّمَاوَاتِ مُطَوَّيَّاتٍ بِبِيمِينِهِ	٨٢
		<u>المؤمن : ٤٠</u>	
١٨	٦٦ : ٤٠	وَأَمْرَتُ إِنَّ اسْلَمَ ...	٨٣
١٨	٦٧ : ٤٠	هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ...	٨٤

صفحة نبر	حالة	آيت	نبر شمار
		<b>حُمَّ سجدة : ٤١</b>	
٩٧	٩:٤١	فَلَا إِنْكَمْ لِتَكْفُرُونَ	٨٥
١٠٨	١٠:٤١	وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ ...	٨٦
٩٨، ٩٩	١١:٤١	ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ ...	٨٧
١٠٦	١٢:٤١	فَقَضَيْنَا سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي ...	٨٨
١٣١	١٢:٤١	وَرَزَقَنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ ...	٨٩
		<b>الشورى : ٤٢</b>	
١١٥	٢٧:٤٢	وَلَكُنْ يُبَرَّلَ بِقَدْرِ مَا يَشَاءُ	٩٠
		<b>الزخرف : ٤٣</b>	
١١٥	١١:٤٣	وَالَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً	٩١
		<b>الدخان : ٤٤</b>	
٩٧	١٠:٤٤	فَارْتَقَبْ يَوْمَ قَاتَى السَّمَاءَ بِدُخَانٍ	٩٢
		<b>احقاف : ٤٦</b>	
٥١	١٥:٤٦	حَمَلْتَهُ أَهْدَى كُرْهَاهَا وَوَضْعَهُ ...	٩٣
		<b>محمد : ٤٧</b>	
٥٩	٥:٤٧	سَيَهُدِيهِمْ وَيَصْلُحُ بِأَهْلَهُمْ	٩٤
٥٩	١٧:٤٧	وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى	٩٥
		<b>الذاريات : ٥١</b>	
١١٩	٢٠:٥١	وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ	٩٦
١١٩	٢١:٥١	وَفِي أَنفُسِكُمْ إِفْلَانُ تُبَرِّزُونَ	٩٧

صفحة غير القمر : ٥٤	حالة الرحمن : ٥٥	آية الواقعة : ٥٦	غير شمار الحادي : ٥٧
١١٤	٤٩ : ٥٤	أنا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْتَهُ بِقَدْرٍ	٩٨
٢٤ - ٢٣	١٤ : ٥٥	خَلَقَ الْأَنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ	٩٩
	١٥ : ٥٥	وَخَلَقَ الْجَنَّانَ مِنْ فَارِجٍ فِي نَارٍ	١٠٠
١٠٢	٣٣ : ٥٥	يَا مِعْشَرَ الْجِنِّ وَالْأَنْسَابِ إِنْ أَسْتَطَعْتُمْ	١٠١
١٢٩	٧٤٦٥٦ : ٥٦	اَفَرَنَّتُمْ مَا تَمَنُونَ ...	١٠٢
٧٧	٥٦ : ٥٧	سَبَحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ	١٠٣
٥٨	١١ : ٦٤	وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ	١٠٤
٧٩	١٢ : ٦٥	اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبَعَ سَمَاوَاتٍ	١٠٥
١٠١	٣ : ٦٧	الَّذِي خَلَقَ سَبَعَ سَمَاوَاتٍ ...	١٠٦
٥٦	٢٣ : ٦٧	وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ ...	١٠٧
٨١	٤ : ٧٠	الْمَعْرُجَ : ٧٠	١٠٨
		تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ	

صفحة نمبر	حواله	آيت	شهر شماره
		<u>نوح : ٧١</u>	
١٢٥	٢٠-١٥:٨١	الْمُ تَرَوَا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ ...	١٠٩
		<u>القيامة : ٧٥</u>	
٣٣	٣٧:٧٥	الْمُ يَكُنْ نُطْفَةً ...	١١٠
		<u>الدُّهُرُ : ٧٦</u>	
٤٠ ٠٣٥ ٠٣٢	٤:٧٦	أَنَّ خَلَقْنَا الْأَنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ ...	١١١
٥٨	٣:٧٦	أَنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ ...	١١٢
		<u>المرسلات : ٧٧</u>	
٤٩	٢٣-٢٠:٧٧	الْمُ نَحْلَقُنَّ مِنْ فَاءً ...	١١٣
٩٤	١٠-٨:٧٧	فَإِذَا النَّجُومُ ...	١١٤
		<u>النَّبَاءُ : ٧٨</u>	
١٣٠	١٢:٧٨	وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شَدَادًا	١١٥
٢٢	٢٥-٢٤:٧٨	لَا يَذْوَقُونَ فِيهَا بَرُدًا وَلَا شَرَابًا	١١٦
		<u>عنبر : ٨٠</u>	
٤٧	٢٢-١٨:٨٠	مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ ...	١١٧
١٢٦	٣٢-٢٤:٨٠	فَلَيُنْظِرِ الْأَنْسَانَ إِلَى طَغْيَانِهِ ...	١١٨
		<u>التكوير : ٨١</u>	
٩٤	١:٨١	إِذَا الشَّمْسُ كَوَرَتْ ...	١١٩
	٢:٨١	وَإِذَا النَّجُومُ انْكَلَزَتْ ...	١٢٠

نمبر شمار	آيت	حواله	صفحه نمبر
	<u>انفطار : ٨٢</u>		
١٢١	اذا السَّماءُ انْفطَرَتْ ...	١ : ٨٢	٩٣
١٢٢	وَاذَا الْكِرَاكِبُ اُنْشَرَتْ ...	٢ : ٨٢	٩٣
١٢٣	يَا يَهَا الْأَنْسَابُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ	٨-٦ : ٨٢	٥١
	<u>انشقاق : ٨٤</u>		
١٢٤	اذا السَّماءُ انْشَقَتْ ...	١ : ٨٤	٩٣
١٢٥	وَادْنَتْ لِرَبِّهَا وَخَفَتْ ...	٢ : ٨٤	
	<u>الطارق : ٨٦</u>		
١٢٦	فَلَيُنْظِرِ الْأَنْسَابُ ...	٥ : ٨٦	٣٣
	<u>اعلى : ٨٧</u>		
١٢٧	سَبَحَ الْأَسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى	٣-١ : ٨٧	٤٨
	<u>الغاشية : ٨٨</u>		
١٢٨	تَصْلِي نَارًا حَامِيَه ...	٤ : ٨٨	٢٢
	<u>الفجر : ٨٩</u>		
١٢٩	كَلَّا اذَا ذَكَرَ الْأَرْضُ ذَكَرَ ذَكَرًا	٢١ : ٨٩	٩٣
	<u>علق : ٩٦</u>		
١٣٠	اَفْرَاءٌ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ	٢-١ : ٩٦	٣٧

## احاديث و آثار

نمبر شمار	احاديث و آثار	صفحة كتاب
١	يا جابر ان الله تعالى خلق قبل	١٧
٢	الشمس والقمر مكوران يوم القيمة	٩٤
٣	تدنى الشمس يوم	٩٥
٤	يوم تبدل الارض	٩٥
٥	يطوى الله السموات يوم القيمة	٩٦
٦	انها لن تقوم حتى تروا قبلها	٩٧
٧	ان الارض خلقت قبل السماء	٩٩
٨	فلمما اراد الله ان يخلق ...	١٠٠
٩	ان الله ما وقع ذلك على الارض	٢٨
١٠	لولا يضع الانسان قدمه ...	٢٨
١١	ان الله عصمك من وقوع الذباب على جسدك لانه يقع على النجاسات	٢٨
١٢	فهبط جبريل في الملائكة	٢٧

## اقوال

نمر شمار	اقوال	صاحب قول	صفحة غير
١	انه كان لاظل لشخصية في الشمس ولا قمر لانه كان نورا	قاضي عياض	٢٧
٢	ان لذباب كان لايقع	قاضي عياض	٢٨
٣	وراء العقل طور اخر تنفح فيه	امام غزالى	٢٩
٤	في ستة ايام ... اي في ستة ...	ابو مسعود	٨٢
٥	اليوم يعبر به عن وقت طلوع الشمس	امام راغب	٨٢
٦	ولايكن ان يراد باليوم اليوم	علام الوسي	٨٢

## اعلام

نمبر شمار	اعلام	صفحہ نمبر
(الف)		
۱	آدم (ابو البشر)	۲۵
۲	آرنو پنزیا (Arno Penzias)	۸۵
۳	آوسی (علامہ)	۸۲
۴	ائن شائن (Ein Stein)	۸۵
۵	اماء بنت الی بکر	۳۱
۶	Orahilly	۳۱
۷	اقبال	۸۲
۸	انس	۳۰
۹	اوپر انمن	۱۱۲
۱۰	ایدون ہبل (Edwin Hubble)	۸۵
۱۱	ابو اسعود اعمادی	۸۲، ۲۶
۱۲	ابن اسکن	۳۱
۱۳	ابو صالح	۱۰۰
۱۴	ابو اکلام آزاد	۱۲
۱۵	ابو ایامہ	۳۰
۱۶	ابو دی اشمری	۱۰۰
۱۷	ابو مالک	۱۰۰

صفحہ نمبر	اعلام	نمبر شمار
۳۱	ابو نعیم	۱۸
۹۲	ابو حیرة	۱۹
۳۰	(ب)	۲۰
۳۱	بُشِيرُ بْنُ مُقْرَبٍ الْجُنَاحِي	۲۱
۲۷	برکت	۲۲
۳۱	(ج)	۲۳
۹۷	جبرايل	۲۴
۵۷	جابر بن عبد الله	۲۵
۱۱۲	(ه)	۲۶
۸۵	خذيفه بن اسید غفاری	۲۷
۱۰۰	(خ)	۲۸
۱۱۲	ذارون	۲۹
۸۲	(ر)	۳۰
۱۰۰	رابرٹ ویلسن	۳۱
	(Robert Wilson)	۳۲
	روم (ولانا)	۳۳
	raigib (امام)	۳۴
	(س)	۳۵
	سدی	۳۶

صفحة نمبر	اعلام	نمبر شمار
	(Streeter)	٣١
٣١	سعید بن منصور	٣٢
٣٠	سلہ	٣٣
٣٠	(Semens) (ش)	٣٤
٥٣	شبلی (نعمانی)	٣٥
	(ط)	
٩٥	طہبی	٣٦
	(ع)	
٣١	عاشر	٣٧
٣٦	عبد الله بن الجاھرہ	٣٨
٩٦، ٣٠	عبد الله بن عمر	٣٩
	عبد الله میر غنی	٤٠
٩٩، ٣١	عبد الله بن عباس	٤١
٣١	عبد الله بن زبیر	٤٢
٢٨	عنان	٤٣
٩٥، ٢٨	علی قاری (ملأ)	٤٤
٣٠	علی	٤٥
٢٨	غمز	٤٦
٣٩، ٣٠	غمره بن عاز انصاری	٤٧
٣١	غمره بن الساب سفينة	٤٨

صفحہ نمبر	اعلام	نمبر شمار
	(غ)	
۶۹	غزالی (امام) (ق)	۳۶
	قادرؒ	۵۰
	(ک)	
۲۶	کعب الاحبار	۵۱
۳۲	کیتھور	۵۲
	(ل)	
۳۱	Leen Hook	۵۳
۱۱۲	لماڑک (Lamark)	۵۴
	(م)	
۳۱	مالک بن سنان	۵۵
۱۱۲	مالٹھس (Malthus)	۵۶
۹۵	مقدارؒ	۵۷
۱۱۲	منڈل (Mendel)	۵۸
۱۱۲	مونوڈ (Monod)	۵۹
۳۰	محمد بن حاطب	۶۰
۲۸	محمد، الف ثانی	۶۱
	(ن)	
۸۵	نیوٹن (Newton)	۶۲
	(و)	

صفحہ نمبر	اعلام	نمبر شمار
٣٠	واکل بن حجر (Wilson)	٦٣ ٦٤
١٢	(٥)	
٣٠	بام بن خليل السعدی (ج)	٦٥
٢٧	یوسف بن اسحاق عیل	٦٦
٣٠	یزید بن عبد الرحمن	٦٧

كتابيات

نمبر شمار	كتاب	مصنف / مترجم / متوفى	طبع / من طباعت
١	القرآن الگریم	منزل من الله	
٢	عرفان القرآن	پروفیسر اکٹر محمد ظاہر القادری	منساج القرآن جلیکشہر ۱۹۹۶ء
٣	فيوض القرآن	ڈاکٹر سید حامد حسن بلکرائی	فیروز ستر لاهور ۱۹۸۹ء
٤	صحیح بخاری	محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶ھ	اصح الطایع کراچی ۱۳۸۱ھ
٥	صحیح مسلم	مسلم بن حجاج قیری ۲۶۱ھ	اصح الطایع کراچی ۱۳۷۵ھ
٦	سنن البیهقی	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث ۲۷۵ھ	طبع مجہاتی لاہور ۱۳۰۵ھ
٧	سنن ابن ماجہ	محمد بن زیید ابن ماجہ ۲۷۳ھ	نور محمد کار خانہ کراچی
٨	مشکوٰۃ المصالح	شیخ ولی الدین تمہری ۷۳۲ھ	اصح الطایع دہلی
٩	مسند احمد بن حببل	امام احمد بن حببل ۲۳۱ھ	مکتبہ اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ
١٠	سنن دارقطنی	امام علی بن عمردارقطنی ۲۸۵ھ	نشرالنہضہ ملماں
١١	مسند رک نائم	امام ابو عبد الله محمد بن عبد الله حالم ۳۰۵ھ	دارالباز للنشر والتوضیح مکہ کرمہ
١٢	سنن دارقطنی	امام علی بن عمردارقطنی ۲۸۵ھ	نشرالنہضہ ملماں
١٣	تفہیرون المعانی	شاب الدین محمد آلوی ۱۲۷۰ھ	دارالاحیاء اattrات العربی بیروت
١٤	تفہیم مظہری	قاضی شاء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ	بوجستان بک ڈپ کونسل
١٥	تفہیم ابن کثیر	حافظ عبد الغدیاء علاء الدین ابن کثیر ۷۷۳ھ ادارۃ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ	
١٦	تفہیم نسخی	عبدالله بن العرب بن محمود النسخی	
١٧	طبرانی	حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد ایوب طبرانی	طبع عراق ۵۳۶۰
١٨	دلائل النبوة	امام ابو فہیم احمد بن عبد الله اصفہانی ۳۳۰ھ	دارالنفائس
١٩	الصحابہ	حافظ شاب الدین عسقلانی ۸۵۲ھ	داراللکر بیروت ۱۳۹۸ھ
٢٠	الموالیب اللدنی	علام احمد عسقلانی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
٢١	زرقانی علی الموالیب	علام احمد عسقلانی ۹۱۱ھ	دارالعرف بیروت لبنان ۱۳۹۳ھ
٢٢	بیرت طیب	شیخ علی بن برhan الدین علی ۱۰۳۳ھ	مکتبہ اسلامیہ بیروت ۱۳۲۸ھ
٢٣	الحدائق الندب	عبد الغنی نابلسی ۱۱۳۳ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ نیصل آباد ۱۷۷۷ھ
٢٤	نشراللیب	مولانا اشرف علی تھانوی ۱۳۲۶ھ	مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۳۸۹ھ
٢٥	بجد النغوس	امام عبد الرزاق بن یحیٰ ۵۲۱ھ	مکتبہ اسلامیہ بیروت ۱۳۹۸ھ
٢٦	جج النغوس	شیخ عبدالله بن الجاجڑہ	
٢٧			

مطبع / من طباعت	مصنف / مترجم / متون	كتاب	نمبر شمار
دارالكتب العلمية بيروت مدينة بیتلنگ کپنی کراچی ۰۷۱۹۴	امام ابن سعی علام احمد قضاوی، ٩١١ھ	شاء المردو	٢٨
مطبوعہ لاہور ۵۰۵	حضرت مجدد الف ثانی، ١٠٣٣ھ	مواهب اللدنیہ	٢٩
مکتبہ مرتضویہ ایران ١٣٣٢ھ	علام محمد بن محمد غزالی، ٥٥٠٥ھ	لتویات امام ربانی	٣٠
	علام حسن بن محمد راغب اصفهانی، ٥٥٠٢ھ	المنقد من اضلال	٣١
		المفردات	٣٢